هفت روزہ

خدام الدین

لاہور

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۳ فروری سنہ ۱۹۶۱ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ◎ لاہور

۲۵ پیسے

بہ حضورِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

جنونِ عشقِ محمدؐ کمالِ دانائی
گدائی درِ شاہِ اُمم ہے دارائی

زہے مقامِ ثنا خوانیِ شہِ بطحا
کہ میرے دل میں تجلّی کی برق لہرائی

زبانِ ذرّہ کہاں، مدحِ آفتاب کہاں
یہ انتساب ہے اک طُرفہ عزّت افزائی

مری نوائے محبّت کی بے پر و بالی
مجھے حضورِ رسالت مآبؐ لے آئی

○

حضورؐ! آپ کے انوار کے مظاہر ہیں
یہ مہر و مہ، یہ ستارے، یہ چرخِ مینائی

حضورؐ! آپ کے انفاسِ قدس کے دم سے
چمن میں حُسنِ بہاراں گلوں میں رعنائی

حضورؐ! آپ کے فیضِ نگہ نے توڑ دیا
طلسمِ سطوتِ قیصر، فسونِ کسرائی

حضورؐ! آپ کے ہونٹوں کی ایک جنبش سے
ملی ہے خاک کے ذرّوں کو تابِ گویائی

حضورؐ! آپ کی اُمّت پہ وقت نازک
ہر ایک سمت ہے، فتنوں کی حشر آرا

○

کہیں ہے آپ کی سُنّت نشانۂ تضحیک
کہیں نبوّتِ کاذب کی ہے فسوں زائی

اِدھر ہے آپ کے اصحابِ پاک کی توہین
اُدھر ہے اہلِ تعقّل کی بادپیمائی

جہاں پہ ظلمتِ باطل محیط ہے ہر سُو
نظامِ جبر کی ہر جا ہے کارفرمائی

ہیں ان کے واسطے دار و رسن کی تعذیریں
جنھوں نے عشقِ پیمبرؐ کی روشنی پائی

حضورؐ! اُمّتِ عاصی پہ اک نگاہِ ک
حضورؐ! ملّتِ بیضا کی چارہ ف

سید عبدالمنان شاہد

هفت روزہ
خدام الدین لاہور
فون نمبر ۶۷۵۴۵
جلد ۶ | ۱۶ شعبان المعظم سنہ ۱۳۸۰ھ مطابق ۳ فروری سنہ ۱۹۶۱ء | شمارہ ۳۹

شب برات

عُرف عام میں شب برات ماہ شعبان کی پندرھویں رات کو کہا جاتا ہے۔ یہ بہت ہی متبرک رات ہے۔ مشہور ہے۔ کہ اس رات سال بھر کی تقدیریں لکھی جاتی ہیں۔ یا فیصلے کئے جاتے ہیں۔ اور بعض لوگ اس کے لئے فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۔ پڑھتے اور اس آیت کریمہ کو اسی رات پر چسپاں کرتے ہیں۔ مگر صحیح بات یہ ہے کہ یہ تعریف لیلۃ القدر کی ہے۔ اور لیلۃ القدر رمضان المبارک میں ہے۔

قرآن پاک میں ایک جگہ ارشاد ہے۔
اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ کہ ہم نے اس کو شب قدر میں اُتارا۔

دوسری جگہ ارشاد ہے :-
شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ کہ ماہ رمضان ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔

ان دونوں آیتوں کے ملانے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ لیلۃ القدر رمضان میں ہے وہی اندازوں اور فیصلوں کی رات ہے۔

باقی ماہ شعبان کی پندرھویں رات کی فضیلت احادیث سے ثابت ہے۔ حدیث میں ہے کہ شعبان کی پندرھویں رات کو اللہ تعالےٰ آسمان دنیا پر نازل ہوتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں :-
هَلْ مِنْ مُّسْتَغْفِرٍ فَاَغْفِرَ لَهٗ
وَ هَلْ مِنْ مُّسْتَرْزِقٍ فَاَرْزُقَهٗ ۔
الحدیث :- ہے کوئی معافی مانگنے والا کہ میں اس کے گناہ بخش دُوں۔ اور ہے کوئی روزی مانگنے والا کہ میں اُسے دُوں۔

اللہ تعالیٰ کی ذات اُترنے چڑھنے سے اور جسم اور جسمانی صفات اور شائبہ امکان سے پاک ہے۔ اس قسم کے جتنے الفاظ روایات میں آتے ہیں۔ ان کے معانی کو اللہ تعالےٰ کے سپرد کر دیا جائے۔ اور یہ عقیدہ رکھا جائے کہ ان کلمات سے جو مراد بھی اللہ تعالےٰ کی ہے وہ صحیح ہے۔ یہاں یوں سمجھ لیجئے کہ اس رات اللہ تعالےٰ خاص نظرِ رحمت فرماتا ہے۔ اور اپنے بندوں کو پوری پوری مہربانی سے نوازنا چاہتا ہے۔ اور اسی لئے قریبی آسمان پر نزولِ اجلال یا خاص تجلّی فرما کر بندوں کو اپنی نعمتیں دینے کا اعلان فرماتا ہے۔

دنیا میں مانگنے والے بہت ہیں۔ مگر دینے والے یا تو ہیں نہیں یا دینے وقت ماتھے پر بل ڈال کر دیتے ہیں اور دو چار بار دینے کے بعد تو دھتکار دیتے ہیں۔ لیکن کیا شانِ رزّاقی ہے اللہ وجل وعلا کی کہ خود بُلاتا ہے کہ آؤ مجھ سے مانگو۔ میں دینے کو تیار ہوں۔ مگر یہاں مانگنے والے نہیں ہیں۔ نہ کسی کو مانگنا آتا ہے۔ نادہند سرمایہ داروں سے مانگنے والے کبھی کبھی دھرنا مار کر بیٹھ جاتے ہیں۔ کہ جب تک ملے گا نہیں، ٹلوں گا نہیں۔ مگر جو عطا و بخشش کا سرچشمہ ہے۔ اس سے کوئی مانگتا ہی نہیں۔ مانگتا ہے تو مانگنے کا طریقہ نہیں آتا۔

ہر دربار کے آداب ہوتے ہیں۔ شاہی آداب کی خلاف ورزی کرنیوالے اکثر مستوجب سزا قرار پاتے ہیں۔ ہمارے ربِّ رحیم (جل و علا) سے مانگنے کے آداب یہ ہیں۔ کہ کھانا پینا اور لباس حرام کا نہ ہو۔ یہ یقین رکھے کہ اللہ تعالےٰ مہربان اور مجیب الدعوات ہے۔ وہ سنتا اور قبول فرماتا ہے۔ پھر عجز و نیاز اور کمال احتیاج سے مانگے۔ مانگنے سے دل برداشتہ نہ ہو۔ بلکہ دھرنا مار کر بیٹھ جائے۔ یعنی سوال کرتا رہے اور دعا میں لگا رہے۔ اللہ تعالیٰ اس اظہار عجز و احتیاج پر خوش ہوتا ہے۔ اس لئے کہ انسان کی زندگی کا مقصد ہی عبدیت و عبودیت ہے۔ اور اس خلاق عظیم نے پیدا ہی اس لئے کیا ہے۔ کہ بندگی کے آداب بجا لائے جائیں۔ اور اس کی غیر محدود عظمت و جبروت کے سامنے انتہائی طور پر عجز و نیاز کا اظہار و اقرار کیا جائے۔ مخلوق مانگنے والوں سے اُکتا جاتی ہے۔ لیکن اللہ تعالےٰ نہ مانگنے والوں پر ناراض ہوتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ۔

...... دعا کے ذکر کے بعد ارشاد فرماتا ہے۔ کہ جو لوگ میری بندگی سے (کترا کر گویا) بڑا بنتے ہیں۔ عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

بہرحال یہ رات عبادت کی رات ہے۔ مرادیں پوری کرنے والے مالک حقیقی سے مانگنے اور دعا کرنے کی رات ہے۔ نفل نمازیں پڑھنے اور شب بیداری کرنے کا موقعہ ہے۔

اللہ تعالےٰ کی شانِ رحمت ہے۔ کہ اس نے عرفہ کا دن۔ جمعہ کی ساعت۔ پندرھویں شعبان کی رات اور لیلۃ القدر وغیرہ کو مقرّر فرما دیا ہے تاکہ جو بندے گناہوں سے چُور چُور ہو چکے ہیں وہ دل سے سچی توبہ کر کے پھر ہماری آغوشِ رحمت میں داخل ہو سکیں۔ ہم سے اپنے گناہ معاف کرا لیں۔

کیا ہی مبارک وقت ہے کہ اللہ تعالےٰ کی رحمت جوش میں ہو۔ فرشتے زمین پر اترتے اور اہلِ ایمان کے دلوں کو مضبوط کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کے خوف سے دل پسیجتے اور آنکھیں اشکبار ہیں۔ بندہ اپنے مولیٰ کے حضور میں درخواست پیش کر رہا ہے۔ اور اس کے سامنے ابدی حیات کے دروازے کھُل رہے ہیں۔

قوم کی محرومی

قوم کی محرومی قابلِ ماتم ہے۔ کہ ایسے مبارک اوقات کو لہو و لعب میں کھو دیتی ہے۔ جب سے ہمارے ادبار کے دن آئے ہیں یہی کچھ ہو رہا ہے۔ اس نورانی رات میں قوم نے روشنیوں مشغول پٹاخوں اور آتش بازی کا شغل جاری کر رکھا ہے جو بدعت اور اسراف ہونے کے سوا بہت سی جانوں کی ہلاکت کا بھی سبب بن جاتا ہے کاش کہ مسلمانوں کو سمجھ آئے (باقی ص۱۹)

(باقی ص۱۹)

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

موت کس طرح مانگے

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ لَا یَتَمَنَّیَنَّ اَحَدُکُمُ الْمَوْتَ مِنْ ضُرٍّ اَصَابَہٗ فَاِنْ کَانَ لَا بُدَّ فَاعِلًا فَلْیَقُلْ اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مَا کَانَتِ الْحَیٰوۃُ خَیْرًا لِّیْ وَ تَوَفَّنِیْ اِذَا کَانَتِ الْوَفَاۃُ خَیْرًا لِّیْ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

ترجمہ:۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی شخص کو کوئی تکلیف پہنچے۔ تو وہ مرنے کی آرزو نہ کرے اور اگر اس قسم کی آرزو ضروری ہو تو یہ کہے اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مَا کَانَتِ الْحَیٰوۃُ خَیْرًا لِّیْ وَ تَوَفَّنِیْ اِذَا کَانَتِ الْوَفَاۃُ خَیْرًا لِّیْ۔ یعنی اے اللہ زندہ رکھ مجھ کو اس وقت تک جب تک زندگی میرے لئے بہتر ہو اور موت دے مجھ کو اس وقت جبکہ میرا مرنا بہتر ہو۔

خدا مرنے والے سے ملاقات پسند کرتا ہے

عَنْ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰہِ اَحَبَّ اللّٰہُ لِقَاءَہٗ وَ مَنْ کَرِہَ لِقَاءَ اللّٰہِ کَرِہَ اللّٰہُ لِقَاءَہٗ فَقَالَتْ عَائِشَۃُ اَوْ بَعْضُ اَزْوَاجِہٖ اِنَّا لَنَکْرَہُ الْمَوْتَ قَالَ لَیْسَ ذَالِکَ وَ لٰکِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا حَضَرَہُ الْمَوْتُ بُشِّرَ بِعَذَابِ اللّٰہِ وَ عُقُوْبَتِہٖ فَلَیْسَ شَیْئٌ اَکْرَہُ اِلَیْہِ مِمَّا اَمَامَہٗ فَکَرِہَ لِقَاءَ اللّٰہِ وَ کَرِہَ اللّٰہُ لِقَاءَہٗ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَ فِیْ رِوَایَۃِ عَائِشَۃَ وَ الْمَوْتُ قَبْلَ لِقَاءِ اللّٰہِ۔

ترجمہ:۔ حضرت عبادۃؓ بن الصامت کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص خدا سے ملاقات کو پسند کرتا ہے خداوند تعالےٰ اس سے ملنے کو پسند کرتا ہے۔ اور جو شخص خدا تعالےٰ سے ملنے کو بُرا جانتا ہے خدا اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی اور بیوی نے (یہ سُن کر) عرض کیا (یا رسول اللہ!) ہم موت کو بُرا سمجھتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا یہ بات نہیں ہے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ مومن کو جب موت آتی ہے۔ تو اس کو خوشخبری پہنچائی جاتی ہے۔ کہ خدا اس سے راضی ہے۔ اور اس کو اچھا سمجھتا ہے۔ پس اس وقت اس کے خیال میں خدا کی رضامندی اور خدا کی نظر میں اس کی عظمت سے بہتر کوئی چیز نہیں ہوتی اور پھر یہ ہوتا ہے کہ بندۂ مومن خدا سے ملاقات کے لئے بے چین ہو جاتا ہے اور خدا بھی اس سے ملاقات کو عزیز سمجھتا ہے۔ اور کافر بندہ کے پاس جس وقت موت کا فرشتہ آتا ہے تو اس کو... عذاب الٰہی اور سزا سے ڈراتا ہے۔ پس اُس کے خیال میں اس وقت موت سے بُری چیز کوئی نہیں ہوتی۔ وہ خداوند تعالیٰ سے ملاقات کو بُرا سمجھتا ہے۔ اور خدا اُس سے ملاقات کو بُرا خیال کرتا ہے۔

مومن و فاجر کی موت کا ذکر

عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ اَنَّہٗ کَانَ یُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ مُرَّ عَلَیْہِ بِجَنَازَۃٍ فَقَالَ مُسْتَرِیْحٌ اَوْ مُسْتَرَاحٌ مِنْہُ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا الْمُسْتَرِیْحُ وَ الْمُسْتَرَاحُ مِنْہُ فَقَالَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ یَسْتَرِیْحُ مِنْ نَصَبِ الدُّنْیَا وَ اَذَاھَا اِلٰی رَحْمَۃِ اللّٰہِ وَ الْعَبْدُ الْفَاجِرُ یَسْتَرِیْحُ مِنْہُ الْعِبَادُ وَ الْبِلَادُ وَ الشَّجَرُ وَ الدَّوَابُّ متفق علیہ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوقتادہؓ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرتبہ ایک جنازہ لایا گیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ یہ راحت پانے والا ہے یا آپؐ نے یہ فرمایا کہ اس سے دوسروں کو راحت نصیب ہوئی۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! راحت پانے والا کون ہے۔ اور وہ کون ہے جس سے دُوسروں کو راحت نصیب ہوئی۔ آپؐ نے فرمایا۔ مومن بندہ راحت پاتا ہے مرنے کے بعد دنیا کے رنج و آلام سے اور دنیا کی تکلیفوں سے اور چلا جاتا ہے خدا کی رحمت میں۔ اور فاجر و بدکار بندہ کے مرنے سے خدا کے بندے راحت پاتے ہیں اور شہر اور درخت اور جانور اس کے شر سے۔

دنیا میں مُسافر کی طرح رہو

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ قَالَ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ بِمَنْکِبِیَّ فَقَالَ کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِیْلٍ وَ کَانَ ابْنُ عُمَرَ یَقُوْلُ اِذَا اَمْسَیْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ وَ اِذَا اَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ وَ خُذْ مِنْ صِحَّتِکَ لِمَرَضِکَ وَ مِنْ حَیَاتِکَ لِمَوْتِکَ رواہ البخاریّ۔

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میرا مونڈھا پکڑ کر فرمایا کہ دنیا میں اس طرح رہ گویا تو مسافر ہے۔ یا راستہ سے گزرنے والا ہے۔ ابن عمرؓ اس کے بعد فرمایا کرتے تھے اور جب صبح ہو جائے تو شام کا انتظار نہ کر، اور صحت کو بیماری سے غنیمت جان۔ اس لئے کہ صحت میں جو عمل کرے گا بیماری میں اس کا ثواب پائے گا۔ اور غنیمت جان زندگی کو موت سے۔ یعنی زندگی میں عمل کرتا کہ مرنے کے بعد اس کا ثواب پائے۔

موت کو زیادہ یاد کرو

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اَکْثِرُوْا ذِکْرَ ھَاذِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتِ رواہ التِّرْمِذِیّ وَ النَّسَائِیّ و ابن ماجۃ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بہت یاد کرو لذّتوں کو کھو دینے والی چیز کو یعنی موت کو

کوثر چکد از لبم بہ ایں تشنہ لبی
خاور دمد از شبم بہ ایں تیرہ شبی
اے دوست ادب! کہ در حریم دل ماست
شاہنشہِ انبیاء رسولِ عربیؐ

(گرامی رح)

خطبہ یوم الجمعۃ ۹ شعبان المعظم ۱۳۸۰ھ مطابق ۲۷؍جنوری ۱۹۶۱ء

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی - دروازہ شیرانوالہ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وکفٰی وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی - اما بعد:-

انسان میں ایک رُوحانی مرض خیانت بھی ہے

اور اِس رُوحانی مرض والے مریض کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا

اِس کے شواھد

پہلا شاھد

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ (سورۃ الانفال ع ۳ پ ۹)۔

ترجمہ:- اے ایمان والو! اللہ (تعالےٰ) اور رسول سے خیانت نہ کرو۔ اور آپس کی امانتوں میں بھی خیانت نہ کرو۔ حالانکہ تم جانتے ہو۔

حاصل

یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے جو حقوق آپ پر عائد شدہ ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو عائد شدہ ہیں۔ اور آپس میں بھی کسی کی امانت میں خیانت نہ کرو۔ مثلاً کسی نے آپ کے پاس روپیہ امانت رکھا۔ اور آپ نے صاف انکار کر دیا۔ کہ میرے پاس کوئی چیز کسی نے نہیں رکھی۔ یا اس نے امانت پانچ سو رکھی تھی اور آپ کہہ دیں۔ کہ نہیں سو روپے تھے۔ یا آپ مطلق انکار کر دیں۔ کہ میرے پاس کوئی امانت نہیں رکھی تھی۔ یہ چیز خوف خدا نہ ہونے کی علامت ہے۔

دوسرا شاھد

وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِیْنَ یَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِیْمًا ○ (سورۃ النساء ع ۱۶ پ ۵)۔

ترجمہ:- اور ان لوگوں کی طرف سے مت جھگڑو۔ جو اپنے دل میں دغا رکھتے ہیں۔ جو شخص دغاباز گنہگار ہو۔ بے شک اللہ اسے پسند نہیں کرتا۔

حاصل

یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ دغاباز مسلمان کو پسند نہیں کرتا۔ اَللّٰهُمَّ اَعِذْنَا مِنْهُ۔

تیسرا شاھد

یَسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا یَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ یُبَیِّتُوْنَ مَا لَا یَرْضٰی مِنَ الْقَوْلِ ط وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا یَعْمَلُوْنَ مُحِیْطًا ○ (سورۃ النساء ع ۱۶ پ ۵)۔

ترجمہ:- یہ لوگ انسانوں سے چھپتے ہیں۔ اور اللہ سے نہیں چھپتے۔ حالانکہ وہ اس وقت بھی ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ جب کہ رات کو چھپ کر اس کی مرضی کے خلاف مشورے کرتے ہیں۔ اور ان کے سارے اعمال پر اللہ احاطہ کرنے والا ہے۔

حاصل

یہ ہے۔ کہ یہ دغا باز لوگوں سے تو چھپ سکتے ہیں۔ مگر اللہ تعالےٰ سے نہیں چھپ سکتے۔ اور اللہ تعالےٰ رات کو بھی ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ جب اللہ تعالےٰ کی مرضی کے خلاف باتیں کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان دغا بازوں کی ہر بات پر احاطہ کرنیوالا ہے۔

چوتھا شاھد

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْخَآئِنِیْنَ ○

(سورۃ الانفال ع ۷ پ ۱۰)۔

ترجمہ:- تحقیق اللہ تعالےٰ دغا بازوں کو پسند نہیں کرتا۔

جس چیز کو اللہ تعالےٰ ناپسند کرے۔ اس میں بھلائی اور نیکی کب ہو سکتی ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا یٰٓاُولِی الْاَبْصَارِ

پانچواں شاھد

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ط وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِیْنَ خَصِیْمًا ○ (سورۃ النساء ع ۱۶ پ ۵)۔

ترجمہ:- بے شک ہم نے تیری طرف سچی کتاب اُتاری ہے۔ تاکہ تو لوگوں میں انصاف کرے۔ جو کچھ تمہیں اللہ (تعالےٰ) سمجھا دے اور تو بددیانت لوگوں کی طرف سے جھگڑنے والا نہ ہو۔

حاصل

یہ ہے کہ یہ سچی کتاب اس واسطے اُتاری گئی ہے۔ تاکہ اس کے ذریعے تو انصاف کرے اور بددیانت لوگوں کی طرف داری ہرگز نہ کی جائے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

چھٹا شاھد

وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِیَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَیْهِمْ عَلٰی سَوَآءٍ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْخَآئِنِیْنَ ○ (سورۃ الانفال ع ۷ پ ۱۰)۔

ترجمہ:- اور اگر تمہیں کسی قوم سے دغا بازی کا ڈر ہو۔ تو ان کا عہد ان کی طرف پھینک دو۔ ایسی طرح پر کہ تم اور وہ برابر ہو جاؤ۔ بے شک اللہ دغا بازوں کو پسند نہیں کرتا۔

الحاصل

اگر کسی قوم سے عہد ہونے کے بعد دغا بازی کا ڈر ہو۔ تو ان کا عہد ان کی طرف پھینک دیا جائے۔ تاکہ بدعہدی ہماری طرف سے نہ ہو۔ عہد پھینکنے کے بعد وہ سمجھ جائیں گے کہ اب ہمارا اور ان کا کوئی عہد باقی نہیں رہا۔ تاکہ معاملہ صاف ہو جائے اور وہ عہد کے دھوکے میں نہ رہیں۔

مسلمان

کا معاملہ صاف رہے گا۔ تاکہ یہ نہ ہو۔ کہ بظاہر عہد کریں۔ اور حقیقت میں عہد توڑ دیں۔

ساتواں شاھد

ذٰلِكَ لِیَعْلَمَ اَنِّیْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَیْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ كَیْدَ الْخَآئِنِیْنَ ○ (سورۃ یوسف ع ۷ پ ۱۲)۔

ترجمہ:- یہ اس لئے کیا۔ تاکہ عزیز معلوم کرلے۔ کہ میں نے اس کی غائبانہ خیانت نہیں کی تھی۔ اور بے شک اللہ خیانت کرنے والوں کے فریب کو چلنے

نہیں دیتا۔

بلکہ

خیانت کرنے والوں کا راز کھل ہی جاتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ خائنین کو ذلیل کرنے پر ہر وقت قادر ہے۔

آٹھواں شاھد

یَعْلَمُ خَائِنَۃَ الْاَعْیُنِ وَ مَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ ۝ (سورۃ المؤمن ع ۲ پ ۲۴)۔

ترجمہ:۔ وہ (اللہ تعالےٰ) آنکھوں کی خیانت اور دلوں کے بھید جانتا ہے۔

یعنی

اللہ تعالےٰ خیانت کرنے والی آنکھوں اور دلوں کے بھیدوں کو خوب جانتا ہے۔

نواں شاھد

اِنَّ اللّٰہَ یُدَافِعُ عَنِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ خَوَّانٍ کَفُوْرٍ (سورۃ الحج ع ۵ پ ۱۷)۔

ترجمہ:۔ تحقیق اللہ تعالےٰ ایمان والوں سے دشمنوں کو ہٹا دے گا۔ اللہ کسی دغاباز ناشکر گزار کو پسند نہیں کرتا۔

یعنی

اگر اللہ والوں اور اللہ تعالےٰ کے دشمنوں کا مقابلہ ہو گا۔ تو اللہ تعالےٰ اللہ والوں کی مدد کرے گا۔ اللہ تعالےٰ کسی دغاباز ناشکر گزار کو پسند نہیں کرتا۔

خلاصہ

بیان کردہ شواہد کا جو قرآن حکیم سے پیش کیے گئے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ خیانت کو پسند نہیں کرتا۔ جب عہد کیا جائے تو اس کی پوری پابندی ہو خواہ اللہ تعالےٰ سے عہد ہو۔ مثلاً قرآن مجید کو مسلمان مانتا ہے۔ اور اس پر ایمان رکھتا ہے۔ کہ یہ منزّل من اللہ ہے۔ اگر قرآن مجید کے بیان کردہ احکام کی تعمیل نہیں کرے گا۔ تو اللہ تعالےٰ سے بدعہدی ہو گی۔ اور جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لاچکا ہے۔ تو اب جو حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آئے۔ اگر اس حکم کو نہیں مانے گا۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدعہدی اور خیانت ہو گی۔ اگر عہد کرنے کے بعد بدعہدی کرنا بری چیز ہے۔ تو اللہ تعالےٰ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا جتنا درجہ بلند ہے۔ اسی درجہ کے لحاظ سے اللہ تعالےٰ یا اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے بدعہدی کا درجہ بھی اتنا ہی بڑا ہو گا۔

دُعا!

اللہ تعالےٰ ہر مسلمان کو توفیق عطا فرمائے کہ کسی انسان سے بدعہدی نہ کرنے پائے اور خصوصاً اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے جو عہد کئے ہیں۔ انہیں اور زیادہ نباہنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا اللہ العٰلمین ۔

شاھد ابن طالب

پردہ کی اہمیّت

پردہ عورت کا حُسن اور اس کا قیمتی زیور ہے۔ اس لئے اسلام نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ عورتوں کو پردے میں بٹھائیں۔ اگر ہم گہری نظر سے اس مسئلہ کا جائزہ لیں۔ تو یہ بات واضح ہو گی۔ کہ اسلام نے عورت پر پردے کی پابندی عائد کر کے دنیا میں عورت کے مقام کو بہت بلند کر دیا ہے۔

عورت ماں ہو، بیٹی ہو، بہن ہو یا بیوی ہو۔ گھر کی چاردیواری میں اس کی حیثیت گھر کے چراغ کی سی ہے۔ جس کی روشنی سے اس گھر کے در و دیوار منوّر ہوتے ہیں۔ لیکن جب وہ اس گھر سے باہر قدم رکھتی ہے۔ تو اس کی بے حجابی اسے ایک ایسی شمع بنا دیتی ہے۔ جس کی لو ہر وقت آندھیوں کی زد میں ہو۔

در اصل عورت ذات کا سراپا حُسن اور معصومیت کا ایک ایسا دلکش اور نرم و نازک مجسّمہ ہوتا ہے۔ جو اجنبی نگاہوں کی ہلکی سی ٹھیس بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ دیکھئے صبح کی ٹھنڈی ہوا کتنی خوشگوار ہوتی ہے اور دل و دماغ کے لئے اس کا ہر جھونکا کتنا فرحت خیز اور عطر بیز ہوتا ہے۔ لیکن سرسبز و شاداب باغ کی نورس کلیوں کے دل سے پوچھئے۔ کہ ان پر اس نسیم صبح گاہی سے کیسی مرجھاہٹ طاری ہو جاتی ہے۔

اقبال مرحوم نے اپنے فارسی شعروں میں ایک جگہ بڑی اچھی بات کہی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

"عورت کو خدا کے حسن سے سبق سیکھنا چاہیئے۔ جو خود تو پردے میں ہے۔ اور نگاہیں اس تک رسائی نہیں پا سکتیں۔ مگر اس کے باوجود ساری دنیا اس کے نور سے منوّر ہے۔

جہاں تابی ز نور حق بیاموز
کہ او باصد تجلّی در حجاب است"

ایک اور جگہ انہوں نے پردے کی اہمیّت ان الفاظ میں بیان کی ہے کہ

"دیکھو فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دُختر بلند اختر تھیں ہمیشہ پردہ میں رہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کی گود سے تربیت پا کر وہ بچّہ نمودار ہُوا۔ جس کا نام حسینؓ تھا۔ اور جس کا نام تاریخ کے صفحات پر ہمیشہ جگمگاتا رہیگا ؎

بتولے باش و پنہاں شو ازیں عصر
کہ در آغوش شبیرے بگیری"

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"جو عورتیں بے پردہ ہو کر اور بن ٹھن کر بازاروں میں نکلتی ہیں وہ کبھی جنّت کی خوشبو تک نہیں پا سکیں گی۔"

قرآن مقدّس کہتا ہے۔ کہ

"حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں۔" مگر اُن کو بھی یہی حکم دیا گیا۔ کہ وہ گھروں میں بیٹھیں اور پردے کے اندر رہیں۔

آج جن قوموں نے اس تعلیم کو نظر انداز کر دیا ہے۔ ان میں بے حیائی اور اخلاقی بُرائیاں اس قدر عام ہو چکی ہیں کہ ان کے معاشرہ کا پورا ڈھانچہ درہم برہم ہو کر رہ گیا ہے۔

اعاذنا اللہ منہ

خط و کتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں اور اپنے پتے مکمل اور خوشخط لکھیں۔ (مینجر)

مجلس ذکر منعقدہ جمعرات ۸ شعبان المعظم ۱۳۸۰ھ مطابق ۲۶ جنوری ۱۹۶۱ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولینا احمد علی صاحب مدظلہ نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

حصولِ رضاءِ الٰہی مسلمان کی زندگی کا مقصد اور نصب العین ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد:

کسی خداشناس بزرگ کا ارشاد ہے:

ہر چند کہ نا سودہ نہ گردی بہ رتہ سنگ
ہرگز بہ کف پائے نگارے نہ رسی

مقصد یہ کہ جس طرح مہندی، چکی کے دو پاٹوں میں پسنے کے بعد اس قابل ہو پاتی ہے کہ کسی محبوب کے ہاتھوں میں رچائی جائے۔ یہی حال انسان کا ہے، جب تک اس کی انانیت پس نہیں جاتی اور اس کی خودی اور خود نمائی مٹتی نہیں ہے۔ وہ خدا کی بارگاہ میں قبولیت سے نوازا نہیں جاتا اور کمال کا کوئی مرتبہ حاصل نہیں کر سکتا اللہ والوں کے نزدیک، کسی انسان کو یہ مقام تب حاصل ہوتا ہے۔ جب انسان اپنی خواہشات کو خدا کی مرضی کے تابع کردے اور راضی بہ رضاء الٰہی ہو جائے۔ اپنی رضا کو خدا کی رضا کے تابع کردینا ہی ہے اصل میں اسلام کا مقصود ہے۔ اور ایک مسلمان کی زندگی کا مقصد اور نصب العین صرف یہ ہونا چاہیئے کہ وہ ہر کام میں خدا کی رضا کو مقدم رکھے۔

جب تک انانیت اور خودی اور خود نمائی کے جذبات ختم نہیں ہوتے اور آدمی میں تواضع اور عجز و انکسار پیدا نہیں ہوتا اس کے اندر خدا کی رضا پر راضی رہنے کا جذبہ بھی پیدا نہیں ہو سکتا۔

دیکھا جائے تو سارے فساد کی جڑ یہی جذبہ انانیت ہے جو انسان میں بہت سی برائیوں کو جنم دیتا ہے۔ اور بہت سی خرابیوں کا موجب بنتا ہے۔

تواضع اور عجز و انکسار

کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ اپنے سے طاقتور یا اپنے برابر کی حیثیت کے آدمی کے سامنے اس کا مظاہرہ کیا جائے۔ بلکہ تواضع یہ ہے کہ انسان مسکینوں، غریبوں، فقیروں محتاجوں اور اپنے زیردستوں یا اپنے سے کم تر لوگوں کے ساتھ عاجزی سے پیش آئے عارف شیراز شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

تواضع ز گردن فرازاں نکوست
گدا اگر تواضع کند خوئے اوست

یعنی جو لوگ بلند مرتبہ ہیں اگر وہ تواضع اختیار کریں تو یہ خوبی کی بات ہے۔ کم درجہ کے لوگ اگر تواضع کا اظہار کریں تو یہ کوئی کمال نہیں ہے۔

لیکن ہماری حالت اس کے بالکل برعکس ہے۔ پنجابی میں ایک کہاوت ہے جس کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ:

غریب سے میرا غصّہ ٹلتا نہیں اور امیر پر مجھے غصّہ آتا نہیں"

تو اس کا نام تواضع نہیں ہے۔

حدیث پاک ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ

جو شخص محض اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کے درجات کو بلند فرما دیتا ہے۔ یہاں پھر وہی پہلے والی بات آ گئی کہ تواضع سے مقصود رضاء الٰہی کا حصول ہے اس سے کوئی ذاتی غرض وابستہ نہیں ہونی چاہیئے۔

اور حق تو یہ ہے کہ جب انسان اپنی ہستی کو رضاء الٰہی میں گم کر دیتا ہے اور فنا فی الرضا ہو جاتا ہے۔ تب وہ سچا مسلمان بنتا ہے۔ لیکن یہ مقام آسان نہیں ہے۔ اس کے لئے بڑے لمبے عرصہ کی ریاضت اور مجاہدہ کی ضرورت ہے۔ تب کہیں جا کر یہ خوبی انسان میں پیدا ہوتی ہے۔ دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی عبادت کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اپنی رضا پر راضی ہونے کا جذبہ بخشے آمین یارب العالمین۔

رضاءِ الٰہی سب سے بڑی نعمت ہے۔ جس کی انسان کو آرزو ہونی چاہیے۔ اگر اس میں وہ کامیاب ہو جاتا ہے تو سمجھو کہ بیڑا پار ہے۔ ورنہ کوئی سرمایہ بھی کام نہیں آئیگا اور رضا الٰہی کے حصول کا طریقہ بتا دیا گیا ہے کہ اپنی انا کو مارو اپنی انانیت کو مٹا دو اور تواضع اور انکسار کو اختیار کرو۔ کسی پر ظلم مت کرو کسی کی حق تلفی نہ کرو اور کسی کا دل نہ دکھاؤ اور ہر ایک کے ساتھ عاجزی سے پیش آؤ۔ شاعر کہتا ہے ع

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن
اجابت از در حق بہر استقبال می آید

یاد رکھو نیکی کا کوئی عمل اس وقت تک بارگاہ خداوندی میں مقبول نہیں ہوگا۔ جب تک اس کے پیچھے رضاءِ الٰہی کے حصول کا جذبہ کارفرما نہیں ہوگا۔ یہی وہ کلید ہے۔ جو بہشت کا دروازہ کھولتی ہے۔ خدا کے ذکر سے غافل ہو کر اور اس کی رضا کو نظر انداز کر کے جو کام بھی کروگے۔ بالآخر اس میں خسارہ اٹھاؤ گے۔ ہر معاملے میں اللہ پر نظر رکھو۔ اس پر اعتماد کرو۔ قرآن پاک میں ہے۔ اِنَّ رَبَّکَ لَبِالْمِرْصَادِ بیشک تیرا رب گھات میں ہے۔

جس طرح شکاری اپنے شکار کو قابو میں لانے کے لیے گھات لگاتا ہے اور جب اس کا شکار اس کی زد پر آتا ہے۔ وہ اسے پچھاڑ دیتا ہے۔ بس اسی طرح اللہ تعالےٰ بھی بندوں کی گھات میں بیٹھا ہوا ہے۔ اِس سے بچ کر کہیں نہیں جا سکوگے اس لئے اسی کی طرف رجوع کروگے۔ تو کامیاب ہو سکوگے اور اس کے دروازے سے ہٹ کر جہاں بھی جاؤ گے۔ ناکام و نامراد رہوگے۔

تم انگریزی تعلیم کو زندگی کا نصب العین بناتے ہو۔ لیکن انگریز کی پیروی سے تمہیں کچھ بھی حاصل نہیں ہو گا۔ الاّ یہ کہ جسطرح وہ خود گمراہ تھا تمہیں بھی گمراہ بنا دے گا

ع او خویشتن گم است کرا رہبری کند

اسلام کی پیروی کرنے سے دنیا بھی سنورتی ہے۔ اور آخرت بھی اور اس سے منہ موڑ کے تو نہ دنیا کے رہوگے نہ دین کے۔

خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃَ۔ ذٰلِکَ ھُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ" گنوائی دنیا اور آخرت یہی ہے۔ خسارہ کھلا"

مومن اور کافر میں یہی تو فرق ہے کہ مومن کی نظر ہمیشہ خدا کی رضا اور اس کی خوشنودی پر رہتی ہے۔ اور کافر اسباب پر بھروسا کرتا ہے۔ حالانکہ بھروسہ کے قابل صرف

ایک خدا کی ذات ہے اور اسی پر نظر رکھنی چاہیئے۔ اگر کوئی شخص محض رضا الٰہی کی خاطر اپنی بیوی، اپنے بچوں اپنے ملازموں اور ماتحتوں اور سب سے بڑھ کر اپنے ماں باپ کے ساتھ تواضع سے پیش آتا ہے تو یقیناً اللہ تعالےٰ کے ہاں اس کا اجر محفوظ ہے۔ کئی لوگ جن میں اکثریت عورتوں کی ہوتی ہے مجھ سے آکر یہ شکایت کرتے ہیں کہ ان کی اولاد بے ادب ہے بد اخلاق ہے، گستاخ ہے اور ان کی کوئی خدمت اس بڑھاپے میں نہیں کرتی۔ لیکن ماں باپ یہ بھول جاتے ہیں کہ اولاد کی اس بد چلنی کی بڑی بھاری ذمہ داری خود ان کے سروں پر ہے۔ نہ انہوں نے اپنی اولاد کو مذہبی تعلیم دلوائی نہ وہ اس قابل ہوئے کہ آداب و حقوق سے پوری طرح واقف ہو سکیں۔

بچپن ہی سے انہیں انگریزی تعلیم کے سپرد کر دیا اس کا نتیجہ یہی ہونا تھا کہ اولاد بے ادب اور گستاخ ہوتی۔ جب تک دلوں میں خدا کا خوف موجود نہ ہو، نیکی کی توقع کیونکر کی جا سکتی ہے۔ خدا کا خوف پیدا ہوتا ہے۔ قرآن پڑھنے سے دینی تعلیم سے لیکن آپ نے اولاد کو تو اس سے محروم رکھا۔ اور اب اس کی شکایت کرتے ہیں کہ وہ خدمت گزار نہیں ہے۔ لڑکے کالجوں میں پڑھتے ہیں۔ بی اے پاس کر لیتے ہیں۔ ایم۔ اے ہو جاتے ہیں۔ لیکن ناظرہ قرآن پڑھنے کی توفیق نصیب نہیں ہوتی انگریزی تعلیم انہیں اس لئے دلوائی تھی کہ کوئی اچھی سی نوکری مل جائے گی۔ اور پڑھ لکھ کر بیٹا کمائی کرنے لگے گا۔ مگر یہ بات فراموش کر دی کہ انگریزی تعلیم خدا کے خوف کو دل سے نکال باہر کرتی ہے اور جس دل میں خدا کا خوف نہ رہا وہاں، ماں باپ کا لحاظ کیسے باقی رہے گا؟ انگریز کم بخت خود بھی خدا کے خوف سے بے پروا تھا۔ اب جو اس کے راستے پر چلنے والے ہیں۔ ان کا بھی وہی حال ہوگا۔ ایک عربی شاعر نے بڑی پتہ کی بات کہی ہے۔ وہ کہتا ہے۔ ؎

إِذَا كَانَ الْغُرَابُ دَلِيلَ قَوْمٍ
سَيَهْدِيهِمْ إِلَى دَارِ الْكِلَابِ

"کوّا جب کسی قوم کا رہ نما بن جائے تو وہ انہیں کتوں کے ڈیرے تک پہنچا کر دم لے گا۔ تم انگریز کی اتباع کو کامیابی کا ذریعہ قرار دے رہے ہو۔ جس کے تمدن کی بنیاد ہی خدا سے بے تعلقی اور بے نیازی پر رکھی گئی ہے اور جنہیں کھلے لفظوں میں قرآن پاک نے کافر کہا ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ۔

"یقیناً وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا کہ مسیح ابن مریم (عیسیٰ علیہ السلام) ہی خدا ہے۔"

کیا انگریز اس آیت کے مصداق نہیں ہیں۔ پھر ان کی پیروی کرنے والوں کے بارے میں خود ہی فیصلہ کر لو کہ ان کا انجام کیا ہو گا۔

تم نے اولاد کو روزی کی خاطر انگریزی تعلیم دلوائی تاکہ بی۔ اے پاس ہو کر بیٹا کسی اچھی سی ملازمت پر لگ جائے۔ اور چار پیسے کمانے کے قابل ہو جائے لیکن یہ نہ سوچا کہ اس کا انجام کیا ہو گا۔ گویا تم نے دنیا کو پیش نظر رکھا اور یہ بات بھول گئے کہ رزق بی۔ اے کر لینے سے یا مولوی فاضل اور منشی فاضل ہو جانے سے نہیں ملتا۔ رزق کی ذمہ داری تو خود اللہ تعالیٰ نے لے رکھی ہے۔ جس کی ایک صفت رزّاق بھی ہے اور جس کا فرمان ہے۔

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا۔ زمین پر بسنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں جس کا رزق اللہ تعالےٰ کے ذمہ نہ ہو۔

ایسے واضح اور صاف ارشاد کے باوجود اولاد کو دین کی تعلیم سے محض اس لئے محروم رکھا کہ بی اے پاس کر لینے سے چند ٹکے ملنے لگیں گے۔

میں کہا کرتا ہوں کہ اگر تم کچھ بھی نہ کرو اور صرف خدا کے دربار میں آ کر جھک جاؤ اور اس کے آستانے پر سر رکھ دو اور اس کی رضا اور خوشنودی کے حصول کو اپنی زندگی کا نصب العین بنا لو تو دیکھو خدا کیسے رزق دیتا ہے۔ رزق کا دار و مدار اسباب پر نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی ذمہ داری خود اللہ تعالےٰ نے لے رکھی ہے۔

بحمد اللہ، اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ احسان ہے آج ۴۴ برس سے قرآن کی تفسیر بیان کر رہا ہوں۔ نہ کبھی کسی کے سامنے ہاتھ پھیلایا نہ کسی سے کبھی کچھ مانگا۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ رزق عطا فرما رہا ہے۔

میں نے اپنی اولاد کو بھی دینی تعلیم دلوائی ہے۔ ماشاءاللہ میرے تین بچے ہیں۔ تینوں عالم اور قرآن کی تعلیم و تدریس میں مصروف ہیں۔ ہمیں تو کبھی خیال نہیں آیا کہ چوں کہ انگریزی تعلیم سے بے بہرہ ہیں۔ اس لئے روزی کا کیا بندوبست ہو گا۔ روزی اللہ تعالےٰ نے دینی ہے انگریزی پڑھ لینے سے کیا ہوتا ہے اور جنہوں نے انگریزی تعلیم نہیں حاصل کی وہ بھوکے تو نہیں مر رہے ہیں۔ ہمارا کام تو عبادت کرنا ہے رزق دینا اللہ کا کام ہے۔ ہمیں اس نے پیدا ہی عبادت کے لئے کیا ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ

میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اور صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔

رہا روزی دینے کا معاملہ تو یہ اللہ تعالیٰ کی اپنی ذمہ داری ہے۔ جسے وہ ہمیشہ سے پورا کرتا چلا آیا ہے۔ قرآن پاک میں ہے۔ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَىٰ۔

اور حکم کر اپنے گھر والوں کو نماز کا اور آپ قائم رہ اس پر۔ ہم نہیں مانگتے تجھ سے روزی ہم روزی دیتے ہیں تجھ کو اور آخر بھلا ہے۔ پرہیزگاری کا۔

دعا کرتا ہوں اللہ تعالےٰ ہمیں حسن عمل کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی مرضیات پر چلائے اور انجام بد سے بچائے۔ اور نیکوکاروں کے ساتھ ہمارا حشر فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ

ہمدردانِ علومِ دینیّہ کے نام مدرسۂ عربی نجم المدارس کا پیغام

مہمانانِ اسلام کی رہائش گاہ کا انتظام کیجئے

مدرسہ عربی نجم المدارس کلاچی کے اساتذہ اور طلباء ڈیڑھ سو افراد پر مشتمل ہیں۔ مدرسہ کی درس گاہیں اور دار الاقامے اب تک متروکہ مکانات میں ہیں۔ اور چونکہ وہ تارکانِ وطن کی ذاتی ملکیّت ہیں۔ نیز غیر سرکاری اداروں کو مفت ملنے کی قانونی گنجائش بھی نہیں۔ اس لئے کم و بیش آٹھ ہزار روپیہ کا بوجھ یکدم شاید قریبی ہی دنوں میں اس نادار ادارہ کو اٹھانا پڑ جائے۔

ہمدردانِ علومِ دینیّہ اور بہی خواہان نجم المدارس سے التماس ہے کہ وہ اس نازک موقعہ پر مدرسہ کی امداد و اعانت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

(مولانا عبد الکریم مہتمم مدرسہ عربی نجم المدارس کلاچی ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان)

کیا تبلیغ اسلام میں جبر و اکراہ کا کوئی دخل ہے؟

از افاضات شیخ الاسلام علامہ مدنی ؒ

یہ امر واقعہ ہے کہ ایمان و اسلام کے لئے جبر و اکراہ کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ لَآ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ ۝ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ الخ ۝

ترجمہ:- دین میں کوئی اکراہ و جبر نہیں ہدایت گمراہی سے کھل گئی اور ظاہر ہو گئی۔ اب جو شخص بتوں کو چھوڑے گا۔ اور اللہ تعالےٰ پر ایمان لائے گا۔ اس نے نہایت مضبوط ذریعہ حاصل کر لیا۔

مطلب:- جب دلائل توحید بخوبی بیان فرما دیئے گئے۔ جس سے کافر کا کوئی عذر باقی نہ رہا۔ تو اب زبردستی کسی کو مسلمان کرنے کی کیا حاجت ہو سکتی ہے؟ عقل والوں کو خود سمجھ لینا چاہیئے اور نہ شریعت کا یہ حکم ہے کہ زبردستی کسی کو مسلمان بناؤ۔

قرآنی شواہد

(۱) اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝ (پ ۱۱- ۱۵۶)-

ترجمہ:- اب کیا تو زبردستی کرے گا لوگوں پر کہ وہ ایماندار ہو جائیں؟

خود نص موجود ہے اور جو جزیہ کو قبول کرے گا اس کا جان و مال محفوظ ہو جائے گا۔

مطلب:- اے محمد ﷺ! آپ کو یہ قدرت نہیں کہ زبردستی کسی کے دل میں ایمان اُتار دیں خدا چاہتا تو بے شک سب آدمیوں کے دلوں میں ایمان ڈال سکتا تھا۔ مگر ایسا کرنا اس کی تکوینی حکمت و مصلحت کے خلاف تھا۔ اس لئے نہیں کیا۔ خدا کی مشیت، توفیق اور حکم تکوینی کے بغیر کوئی ایمان نہیں لا سکتا۔ اور یہ حکم و توفیق اُن ہی کے حق میں ہوتی ہے۔ جو خدا کے نشانات میں غور کریں اور عقل و فہم سے کام لیں۔ جو لوگ سوچنے سمجھنے کی تکلیف گوارا نہیں کرتے۔ اُنہیں خدا تعالےٰ کفر و شرک کی گندگی میں پڑا رہنے دیتا ہے۔

فَذَكِّرْ قف اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۝ (پ ۳۰ ع ۱۳)۔

ترجمہ:- سو آپ ﷺ سمجھاتے رہیں۔ آپکا کام تو سمجھانا ہی ہے۔ آپ کو ان پر داروغہ مقرر نہیں کیا گیا ہے۔

مطلب:- جب یہ لوگ باوجود قیام دلائل واضحہ کے غور نہیں کرتے تو آپ بھی ان کی فکر میں زیادہ نہ پڑیئے۔ بلکہ صرف نصیحت کر دیا کیجئے۔ کیوں کہ آپ نصیحت کرنے اور سمجھانے ہی کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ اگر یہ نہیں سمجھتے تو کوئی آپ ان پر داروغہ بنا کر مسلّط نہیں کئے گئے کہ زبردستی منوا کر چھوڑیں اور ان کے دلوں کو بدل ڈالیں۔ یہ کام مقلّب القلوب ہی کا ہے۔

(۲) وَ قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا ۝ (پ ۱۵ ع ۱۶)۔

ترجمہ:- اور اپنے رب کی طرف سے سچی بات کہہ۔ پھر جو کوئی چاہے مانے اور جو کوئی چاہے نہ مانے۔ ہم نے گنہگاروں کے واسطے آگ تیار کر رکھی ہے۔

مطلب:- خدا کی طرف سے سچی باتیں سُنا دی گئیں۔ کسی کے ماننے یا نہ ماننے کی اُسے کچھ پرواہ نہیں۔ جو کچھ نفع نقصان ہو گا۔ صرف تمہارا ہو گا۔ ماننے اور نہ ماننے والے دونوں اپنا اپنا انجام سوچ لیں۔ دنیا کی چہل پہل محض ہیچ اور فانی ہے اس کا لطف جب ہی ہے۔ کہ فلاحِ آخرت کا ذریعہ بنے۔ وہاں محض دنیا کی دولت کام نہ دے گی۔ بلکہ یہاں جو شکستہ حال تھے۔ بہت سے وہاں عیش و آرام میں ہوں گے۔

فرائض تبلیغ

مسلمانوں کے پیغمبر ﷺ تمام روئے زمین کے بسنے والوں اور عام اقوام کے لئے ریفارمر اور مصلح بنائے گئے ہیں۔ اس لئے مسلمانوں کا فریضۂ اصلی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی نمایندگی اور قائم مقامی کر کے تمام اقوامِ عالم کو آنحضرت ﷺ کے دین اور شریعت سے آگاہ کریں۔ اور اُن کے سامنے حقانیتِ اسلام کے آفتاب کو روشن کر دیں۔ اُن کو صحیح راستہ کی طرف بُلائیں۔ حقیقی شفاء اور دَوا پر مطلع کریں۔

ارشاداتِ نبوی ﷺ

(۱) مسلمانوں کو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

لِيُبَلِّغَ الشَّاهِدُ مِنْكُمُ الْغَائِبَ۔

ترجمہ:- جو لوگ میری مجلس میں موجود ہیں وہ غائب ہونے والوں کو (جو موجود نہیں) میری تعلیمات پہنچا دیں۔

(۲) دوسری جگہ فرماتے ہیں:-

بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَ لَوْ اٰيَةً۔

ترجمہ:- میری طرف سے احکام اور شریعت حقّہ پہنچاؤ۔ اگرچہ ایک ہی آیت ہو۔

(۳) تیسری جگہ فرماتے ہیں۔ اے علی رضؓ! اگر تمہارے ذریعہ سے اللہ تعالےٰ ایک مرد کو بھی ہدایت کر دے۔ تو وہ تمہارے لئے تمام دنیا اور اُس کے خزانوں وغیرہ سے بہتر ہے۔

یہی وہ فرائض تھے جنہوں نے مسلمانوں کو بے چین کر دیا تھا۔ اور جس کی وجہ سے اُن کو نیند اور آرام حرام ہو گیا تھا۔ اُن کو اپنے پیارے وطنوں میں ٹھیرنا اور اپنی زندگانی کی خدمت کرنی وبالِ جان ہو گئی تھی۔ اسی عام خیر خواہی نے اُن کو اہل و عیال، زن و فرزند، عزیز و اقارب، تن من دھن سب سے جدا کر دیا۔ اسی حقیقی اصلاح کے واجب ہونے سے اُن کو مجبور کر دیا۔ کہ وہ اطرافِ عالم میں سچی روشنی کی مشعلیں لے کر پھیل پڑیں۔ اور کوئی قوّت خواہ کتنی ہی عظیم الشان کیوں نہ ہو۔ اگر مانع آئے تو اُس سے ٹکر کھا جائیں۔

تبلیغ سے منع کرنے والے، لوگوں کی اصلی مداواۃ اور شفا سے روکنے والے خدا کی عام مخلوق کو گمراہی میں پڑے رکھنے کی کوشش کرنے والے، یا تو اپنے اعمالِ قبیحہ (بُرے عملوں) سے باز آ جائیں۔ ورنہ پھر قوّت کا قوّت سے مقابلہ کرنا ضروری ہو گا۔ جس وقت مسلمان اپنی اس سچی روشنی کو لے کر نکلے ہیں۔ اُن کے پاس مکمّل فوجیں نہ تھیں، مکمّل ہتھیار نہ تھے، مکمّل خزانے نہ تھے۔ اُن کے پاس کوئی ایسی ظاہری قوّت نہ تھی۔ جو کہ قیصر و کسریٰ اور مقوقس کا انفرادی طور پر مقابلہ کر سکتی چہ جائیکہ اجتماعی طور پر کرتی۔ مگر چونکہ دنیا مطلوب نہ تھی، حکومت

کی ہوس نہ تھی، خزانوں کا لالچ نہ تھا۔ اقوامِ عالم کی تجارت اور دستکاری کی خواہش نہ تھی۔ جوع الارض (ملک گیری) کی ہوس نہ تھی۔ اقوامِ عالم کو غلام بنانے کی آرزو نہ تھی۔ فقط حقیقی اصلاح اور خوشنودیٔ پروردگار کی آگ ان کے سینوں میں بھڑک رہی تھی۔ جس کے لئے تقویٰ اور زہد نے دھونکنی کا کام دے رکھا تھا۔ اس لئے جو بھی اُن کے سامنے آیا وہ پہاڑ ہی کیوں نہ تھا پاش پاش ہو گیا۔ اُس کی ہستی مٹ گئی۔ اور خدا کی سچی روشنی اطرافِ عالم میں پھیل گئی۔

جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کی وفات سے تیس ۳۰ ہی برس کے عرصہ میں بحرِ اٹلانٹک کے کنارے سے ہمالیہ کی چوٹیوں تک لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ کا ڈنکا بجنے لگا۔ افریقہ کے صحرائے اعظم سے لے کر کاکیشیا اور ارال کے دامنوں تک اسلامی جھنڈا لہرانے لگا۔

ہاں جو لوگ فریضہ تبلیغ اور اصلاحِ حقیقی سے مانع ہوئے۔ اُن کے سامنے آنا اور مقابلہ کرنا ناگزیر (ضروری) تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جن خطوط کو جناب رسول اللہ صلعم نے بادشاہانِ عجم کے پاس بھیجا اور اُن کو اسلام کی طرف بلایا تھا۔ کسی میں لڑائی اور تلوار کی دھمکی نہیں دی گئی۔ یہی وجہ تھی کہ جزیہ کی مشروعیت غیر مسلموں کے لئے قرار دی گئی۔ اگر اسلام تلوار کے زور سے پھیلتا۔ جیسا کہ غیر مسلم اپنے پروپیگنڈوں میں اسلام سے نفرت پھیلانے کے لئے کہہ رہے ہیں تو آج صنعا اور یمن میں ہزاروں کی تعداد میں یہودی نظر نہ آتے۔ اسی طرح عراق (میسوپوٹامیا)، شام، فلسطین اور مصر وغیرہ میں لاکھوں کی تعداد میں غیر مسلم جو کہ پشتہا پشت سے وہاں بستے ہوئے چلے آتے ہیں پائے نہ جاتے۔

خود ہندوستان کے اُن مقامات پر غور کیجئے جو کہ صدیوں مسلمانوں کے جولانگاہ رہے ہیں غیر مسلموں سے بھرے ہوئے ہیں۔ ضلع دہلی میں جو کہ پایۂ تخت شاہانِ اسلام رہا ہے۔ اور جہاں فوجی قوتوں کا ہر قسم کا مکمل مظاہرہ رہتا تھا۔ ۱۶ فی صدی مسلمان اور باقی غیر مسلم ہیں۔ صوبہ یوپی جو کہ تقریباً ایک ہزار برس مسلمانوں کے قبضہ میں رہا ہے۔ ۱۵ فیصد مسلمان ہیں۔ بہار جو کہ بختیار خلجی کے زمانے سے لارڈ وارن ہیسٹنگز کے زمانہ تک مسلمانوں کے قبضہ میں رہا دس فی صدی مسلمان ہیں۔

اگر جبر و اکراہ سے مسلمان کیا جاتا تو جب کہ مسلمانوں کی فوجی قوتیں انتہائی عُروج پر تھیں۔ کونسی قوت اُن کو بہ جبر مسلمان بنانے سے روک سکتی تھی؟

ہاں عیسائیت اپنی سیاہ تاریخ اٹھا کر دیکھے کہ اُس نے یہودی مذہب کو یورپ کے ممالک سے کس طرح فنا کیا۔ اور پھر سپین، سسلی، مالٹا، یونان، کریٹ، بلگیریا وغیرہ میں مسلمانوں کے ساتھ کیا کر رہی ہے۔ آرین قومیں اپنے گذشتہ کارناموں پر غور کریں کہ انہوں نے ہندوستان کے اصلی باشندوں بھیل، گونڈ۔ کولی چمار وغیرہ اچھوت قوموں کے ساتھ کیا معاملات کئے اور اب تک کیا کر رہے ہیں۔

چین میں دس کروڑ تک مسلمانوں کی مردم شماری بتائی جاتی ہے۔ وہاں کس روز مسلمانوں کی حکومت قائم ہوئی تھی۔ جزائر جاوا، سماٹرا وغیرہ میں پانچ کروڑ سے زیادہ مسلمانوں کی مردم شماری مذکور ہے وہاں کونسا عالمگیر یا تیمور لنگ یا محمود غزنوی حملہ آور ہوا تھا؟

ابتدائے اسلام میں جن لوگوں نے تلوار اُٹھائی تھی۔ اُن کو کس تلوار نے مسلمان کیا تھا۔ یہ سب محض غلط اتہامات ہیں۔ جو کہ دشمنوں نے اسلام کے بدنام کرنے کے لئے لگائے ہیں۔

شاہانِ اسلام کے احکام

ہمیشہ بادشاہانِ اسلام اس کے خلاف احکام جاری کرتے رہے اور رواداری اور بے تعصّبی کا ثبوت دینے میں انہوں نے نہایت روشن پہلو پیش کیا ہے۔ جھوٹ اور اِفتراء کا تو کوئی جواب نہیں۔

(۱) ظہیر الدّین بابر بادشاہ اپنے بیٹے نصیر الدین ہمایوں کو اپنی خفیہ وصیّت میں لکھتا ہے:۔

"اے بیٹے! ہندوستان کی سلطنت مختلف مذاہب سے بھری ہوئی ہے۔ الحمدُ لِلّٰہ کہ اُس نے اُس کی بادشاہت تمہیں عطا فرمائی۔ تمہیں لازم ہے کہ تمام تعصّبات مذہبی کو لوحِ دل سے دھو ڈالو۔ اور عدل و انصاف کرنے میں ہر مذہب و مِلّت کے طریق کا لحاظ رکھو۔ جس کے بغیر تم ہندوستان کے تمام لوگوں کے دلوں پر قبضہ نہیں کر سکتے۔ ظلم و ستم کی نسبت احسان اور لُطف سے اسلام زیادہ ترقّی پاتا ہے۔"

ڈاکٹر ہال کرشن پرنسپل راجہ رام کالج کولھاپور

(۲) شاہ جہانگیر نے اپنے تمام قلمرو میں جو احکام اُمرا اور سرداروں پر نافذ فرمائے تھے۔ اُن میں سے مندرجہ ذیل احکام بھی تھے:۔

"جھروکے میں نہ بیٹھا کریں۔ ہاتھی نہ لڑایا کریں۔ سیاست کے واسطے آنکھیں نہ پھوڑا کریں۔ ناک، کان نہ کاٹیں۔ بزور کسی کو مسلمان نہ کریں۔" (ترجمہ تزک جہانگیری)

(۳) اورنگ زیب مرحوم کا فارسی زبان میں فرمان۔ جس کا اردو ترجمہ یہ ہے:۔

"ہماری پاک شریعت اور سچے مذہب کی رُو سے یہ ناجائز ہے کہ غیر مذہب کے قدیمی مندروں کو گرایا جائے۔ کوئی شخص ہندوؤں اور برہمنوں کو کسی وجہ سے بھی تنگ نہ کرے اور نہ اُن پر کسی قسم کا ظلم کرے۔"

حقیقت یہ ہے کہ اسلام اپنی سچائی اور حقانیّت اور اپنے اُصولوں اور تعلیم کی خوش اسلوبی وغیرہ کمالات کی بناء پر قلوب اور دماغوں پر ہمیشہ سے مقناطیسی اثر کرتا رہا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود اپنی تنگدستی اور بے سروسامانی کے اسلام کی دعوت شروع فرمائی۔ اور تمام اہلِ عرب خصوصاً اہلِ مکّہ اور قریش آپؐ کے سخت درپئے آزار ہو گئے ظاہری کوئی سبب ایسا نہ تھا۔ جس سے یہ امیّد کی جا سکتی کہ آپکی کوششیں بارآور ہونگی۔ مگر یہ اسلام کی حقّانیّت اور اُس کی آسمانی طاقت ہی تھی جس سے قلُوب کا مسخّر ہونا شروع ہو گیا اور جوق در جوق لوگ قُرب و جوار اور دُور دراز ملکوں سے آ کر حلقہ بگوشِ اسلام ہوتے گئے۔ تیرہ برس اسلام کے مکّہ معظّمہ میں عدمِ تشدّد میں گزرے تاہم کئی سو آدمی اسلام کے دلدادہ بن چکے تھے۔ حالانکہ اس مدّت میں مخالفینِ اسلام نے انتہائی مظالم اسلام اور مسلمانوں پر ڈھا رکھے تھے۔

پھر مدینہ منوّرہ پہنچنے اور امن و سلامتی حاصل ہونے کے بعد تو ترقّی کی کوئی انتہا ہی نہیں رہی۔ اہلِ مدینہ جنہوں نے آخری دَم تک انتہائی سرفروشی کا ثبوت دیا ہے۔ خود بخود اسلام کی حقّانیّت معلوم کر کے اسلام کے پَروانے بنے اور دوسروں کو بناتے رہے باوجودیکہ ابتداء میں لڑائی قریش اور اُن کے

حامیوں سے ان کے مظالم کی بناء پر بند کی۔ مگر دور دراز کے قبائل سے خود بخود لوگ آتے اور مسلمان ہوتے جاتے تھے۔

اہل مکّہ معظمہ جنہوں نے انتہائی مظالم کا سلسلہ تقریبًا بیس برس تک برابر جاری رکھا تھا۔ اور وہ بے دردی اور جفاکاری ظاہر کی تھی جو کہ وہم و گمان سے باہر تھی۔ مگر اسلام نے اُن پر فتح مندی حاصل کرنے کے بعد سب کو چھوڑ دیا۔ نہ قتل کیا اور نہ اسیر کیا۔ اور نہ اسلام کے قبول کرنے پر مجبور کیا۔ مگر یہی احسانِ گراں ایک ایسی فتح کرنے والی تیز تلوار کے قائم مقام تھا۔ کہ اس نے سب کی گردنیں اسلام کی حقانیت کے سامنے جھکا دیں۔ وہ سب کے سب خود مسلمان ہوئے۔ فوجوں کی فوجیں ۹ھ میں خود بخود حاضر ہو کر مسلمان ہوئیں۔ اور اسی طرح اسلام روز افزوں ترقی کرتا رہا۔

تواریخ فتوح شام اور فتوح عراق و مصر وغیرہ کے مطالعہ کرنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ کس طرح رومیوں، مصریوں اور پارسیوں کے بڑے بڑے سردار خود بخود اسلام کے گرویدہ ہوتے رہے ہیں اور کس زور شور سے عجمی اور رُومی قوموں اور ایشیائی و افریقی باشندوں نے اسلام کو بہ رضا و رغبت قبول کیا ہے۔

۱۰۰ھ کا زمانہ ہے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خلافت کا آفتاب تمام عالم کو جگمگائے ہوئے ہے۔ امن و امان کا چاروں طرف اس طرح ڈنکا بج رہا ہے۔ کہ حقیقی معنوں میں شیر اور بکری ایک گھاٹ پانی پی رہے ہیں۔

اُسی زمانے میں خراسان میں بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ وہاں بھی لوگ اسلام میں بہت کثرت سے داخل ہوتے جا رہے تھے اور چونکہ حکم یہ تھا کہ جو لوگ مسلمان ہو جائیں ان سے جزیہ اٹھا دیا جائے اس لئے گورنر خراسان جراح کو بعض لوگوں نے بھڑکایا۔ کہ یہ لوگ محض جزیہ سے بچنے کے لئے مسلمان ہوتے ہیں۔ اسلام درحقیقت ان کے قلوب میں جاگزیں نہیں ہوا۔ ان لوگوں کے اسلام قبول کرنے سے آمدنی بہت گھٹ گئی ہے۔ جب تک یہ ختنہ نہ کرائیں ان کا اسلام قبول نہ کیا جائے۔

گورنر مذکورہ نے اس کو پسند کیا۔ اور حکم نافذ کر دیا کہ جب تک کوئی نومسلم ختنہ نہ کرائے گا۔ اس کا اسلام قبول نہ ہوگا اور پھر خلیفۂ وقت حضرت عمر بن عبدالعزیز کو اطلاع دی۔ وہ بہت خفا ہوئے۔ اور یہ لکھا کہ اللہ تعالےٰ نے جناب رسول اللہؐ کو لوگوں کو اللہ کی طرف بُلانے کے لئے بھیجا تھا ختنہ کرنے کے لئے نہیں بھیجا تھا فوراً اس حکم کو منسُوخ کر دیا اور اس گورنر کو معزول کر دیا۔

جس طرح اسلام وسط ایشیا وغیرہ میں اپنی حقانیت اور علماء و صلحا کی مساعی کی بناء پر پھیلا۔ اسی طرح ہندوستان میں بھی اسی قسم کی مساعی اور اپنی سچائی کی بناء پر مقبولِ عام ہُوا۔

رُوحانی تعلیم وتبلیغ کا اثر!

(۱) ۳۹۵ھ میں سید اسمٰعیل لاہوری بُخارا سے تشریف لائے۔ آپ علوم ظاہری اور باطنی، علم فقہ و تفسیر وغیرہ میں امامِ وقت تھے اسلامی واعظین میں سے سب سے پہلے آپ یہاں آئے ہیں۔ آپ کی مجلس وعظ میں ہزاروں آدمی آتے اور فیضیاب ہوتے تھے۔ آپ کا بیان اس قدر مؤثر ہوتا تھا کہ ہر روز سینکڑوں آدمی مشرّف باسلام ہوتے تھے جب یہ پہلے پہل لاہور میں تشریف لائے ہیں اور پہلے جمعہ کو آپ نے منبر پر بیان کیا ہے تو ۲۵۰ آدمی مشرّف بہ اسلام ہوئے۔ دوسرے جمعہ کو پانچ سو پچاس اور تیسرے جمعہ کو ایک ہزار۔ اسی طرح آپ کے ذریعہ سے نہایت کثرت سے لوگ داخل اسلام ہوتے رہے۔ آپ کی وفات ۴۴۸ھ میں لاہور میں واقعہ ہوئی۔

(از کتاب "تاریخ الاولیاء" جلد اوّل ص ۳۲۳)

(۲) اسی طرح حضرت خواجہ معین الدین چشتی، شیخ علی راوتی قدّس اللہ سرّہم اور ان کے خلفاء کے ذریعہ سے لاکھوں بلکہ کروڑوں آدمی مشرف بہ اسلام ہوئے۔ کتاب دعوتِ اسلام میں فقط حضرت خواجہ اجمیریؒ کے ذریعہ سے ۹۰ لاکھ مسلمان ہونے والوں کی تعداد ذکر کی گئی ہے۔

حَاشَا وَ کَلَّا کبھی کسی بادشاہ نے نہ تلوار سے کسی کو مسلمان کیا تھا اور نہ اسلام اس کی تعلیم کرتا ہے۔ ہاں بے شک اسلام کی حقانیت کی تلوار نے لوگوں کی گردنیں حق کے سامنے جھکا دی تھیں۔

کپتان الیگزنڈر ہیملٹن اپنے سفرنامہ میں اورنگ زیب کے زمانے کے حالات تعجب خیز الفاظ میں لکھ رہا ہے۔

"ایک یہ زمانہ تھا کہ آپ کے بزرگوں نے اسلام کو روئے زمین پر پھیلایا۔ اور حالانکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقریبًا صرف چار لاکھ مسلمان چھوڑ کر تشریف لے جاتے ہیں۔ مگر اسلاف کرام کی کوششوں سے آج اسلام کے نام لیوا چالیس کروڑ سے زیادہ پائے جاتے ہیں۔

مگر ایک عرصہ سے اب ہوا کا رُخ پلٹ گیا ہے۔ وہ اسلام جو کہ سمندر کی اُبلتی ہوئی موجوں کی طرح روز افزوں ترقی کر رہا تھا۔ اُس کی رفتار ایک عرصہ سے اس قدر دھیمی پڑ گئی گویا کہ وہ بحرالکاہل کا ایک حصّہ ہے۔

عدمِ تبلیغ کا نتیجہ

عیسائیّت کا غلبہ

وہ مذہب اسلام جس کے تمام اصول نہایت ہی اعلیٰ درجہ کے اور روشن عقل و طبع کے موافق ہیں۔ وہ اس طرح پس ماندہ ہُوا جاتا ہے۔ اور وہ مذاہب جن کے اصول و عقائد انتہائی درجہ کے لچر اور پوچ ہیں۔ وہ اس طرح تیزی سے بڑھتے جا رہے ہیں۔

قابلِ غور یہ امر ہے کہ آخر وہ کیا بات ہے۔ جس کی وجہ سے مسلمان اُلٹے پاؤں کو ٹتے جا رہے ہیں۔ مسلمانوں کی پست خیالی، کم ہمّتی، غفلت، نیند اور جہالت وغیرہ کو دیکھ کر دوسرے مذاہب کو بھی ہمّت ہوئی کہ مسلمانوں پر ہلّہ بول دیا جائے اور ان کی منتشر بکریوں کو شکار کر لیا جائے۔ عیسائی مشنریوں نے پاکستان اور دیگر اسلامی ممالک میں مختلف قسم کے جال پھیلا دیئے نہ صرف مصر، شام، فلسطین، عراق وغیرہ میں ہی ان کی مشنریاں کام کر رہی ہیں۔ بلکہ ایران، ایشیائے کوچک وغیرہ میں بھی بڑی کامیابی سے مسلمانوں کو فنا کر رہی ہیں۔

اس قوم کی دن رات کی سرگرمی بلا شک و شبہ نہایت خطرناک ہے۔ اس لئے نہایت ضروری ہے کہ مسلمان اپنے بھولے ہوئے سبق کو یاد کریں اور پوری جدوجہد کے ساتھ اجتماعی قوّت سے میدانِ تبلیغ و اصلاح میں اُتر آئیں۔ اور آپس کے فروعی تنازعات کو لِلّٰہ ترک کر دیں۔ فرقہ بندی کے تعصّبات چھوڑ دیں۔ جو سعی و کوشش آپس ہی کے اختلافات میں کی جاتی ہے۔ وہی غیر مسلم کو مسلم بنانے میں صرف کی جائے۔ یورپ، امریکہ اور افریقہ و دیگر ممالک میں اُن کی زبانوں میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہؐ کی اشاعت کی جائے۔

اور مبلغین بھیجے جائیں۔ تاکہ صحیح اسلام پیش کیا جائے۔ انگریزی اخبارات میں مذہبی مضامین شائع کئے جائیں۔ قادیانی اور لاہوری جماعتیں تو غلط اسلام پیش کرتی ہیں۔ متموّل اور رؤسا کو تبلیغی مراکز کھولنے چاہئیں۔ ٹریننگ کالج برائے تبلیغ قائم کرنے چاہئیں۔

عیسائیوں کے ۱۹۲۳ء کی رپورٹ کے اعداد و شمار ملاحظہ ہوں:۔

مسیحی مشنریاں	۱۶۷	تبلیغی مراکز	۲۲۴۰
مبلغین	۷۲۱۸	ٹریننگ کالج برائے تبلیغ	۶۱
گرجاؤں کے پادری	۱۸۷۷۹	مذہبی اخبارات مختلف زبانوں میں	۹۹
پریس	۴۲		
سنڈے سکول	۸۲۰	ہائی سکول	۶۱۰
کالج	۵۰	زراعتی سکول	۹۰۸
صنعتی سکول	۱۷۰	تعداد طلباء	۱۰۶۰۰۰۰
اساتذہ	۴۴۸۰	ہسپتال	۴۰۸
ڈاکٹر اور نرسیں	۱۵۹۸		

انجیل کا ترجمہ ایک سو چار زبانوں میں کیا جا چکا ہے۔ صرف ہندوستان میں ۱۹۲۶ء میں ساڑھے آٹھ لاکھ انجیلیں فروخت اور تقسیم کی گئیں۔ ان اعداد و شمار کو ملاحظہ فرمایئے۔ یہ چونتیس پینتیس سال پہلے کی باتیں ہیں۔ اب تو خدا جانے یہ اعداد و شمار کہاں تک پہنچ گئے ہوں گے۔

اسی طرح سے مختلف پروپیگنڈے اسلام کے برخلاف ظہور میں آ چکے ہیں۔ اور مخالف قوموں کی دن رات کی سرگرمی بلا شک و شبہ نہایت خطرناک ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو تبلیغ اسلام میں متحدہ اور اجتماعی کوشش کرنی چاہیئے اور اسلامی حکومتوں کو بہت ہوشیار ہونا چاہیئے۔

مسلمانوں کے مستحق تبلیغ ہونے کی پہلی وجہ

مسلمان چونکہ پیغمبر آخر الزماںؐ کے پیرو ہیں۔ اس لئے حقیقی اصلاح اور واقعی شفا فقط ان کے پاس ہے ان کا فریضہ تمام اقوام سے بہت زیادہ بڑھا ہوا ہے کہ وہ اقوام عالم اور تمام بنی نوع انسان کی اصلاح اور شفاء میں سب سے زیادہ اسی طرح کوشش کریں۔ جس طرح اس ڈاکٹر اور حکیم کا سب حکیموں سے قوی فریضہ ہوتا ہے۔ جو کہ یقینی طور پر جانتا ہے۔ کہ اس زمانہ میں موجودہ امراض میں صرف میری ہی دوا نفع دینے والی ہے دوسرے ڈاکٹروں اور حکیموں کی دوائیں ان امراض کے لئے شفا بخش نہیں۔

مسلمانوں کے مستحق تبلیغ ہونے کی دوسری وجہ

چونکہ مسلمانوں کے پیغمبر تمام روئے زمین کے بسنے والے اور عام اقوام کے لئے ریفارمر اور مصلح بنائے گئے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا:۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا ۝ (پ ۲۲ ع ۹)۔

ترجمہ:۔ ہم نے تم کو صرف تمام آدمیوں کے لئے خوش خبری سنانے والا اور عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں:۔

تَبَارَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۝ (پ ۱۸ ع ۱۶)۔

ترجمہ:۔ نہایت برکت والی ہے وہ ذات جس نے فرقان حمید کو اپنے خاص بندے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) پر اس لئے اُتارا۔ کہ تمام جہانوں کے لئے خدا کی پکڑ اور ناراضگی سے ڈرانے والے ہو جائیں۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝ (پ ۱۰ ع ۱۱)۔

ترجمہ:۔ اللہ تعالےٰ وہ ذات پاک ہے۔ جس نے اپنے پیغمبرؐ کو سچا دین اور ہدایت دے کر اس لئے بھیجا کہ وہ تمام دینوں پر اس کو غالب کر دے۔ اگرچہ کافر و مشرک اس کو پسند نہ کریں۔

فریضۂ تبلیغ

دنیا کے تمام عقلا کا اس پر اتفاق ہے کہ ہر انسان کا اخلاقی اور انسانی فرض ہے۔ کہ اگر کسی دوسرے انسان کو کسی سخت نقصان سے دوچار ہوتا ہوا دیکھے تو اس کی مدد کرے اور حتی الوسع اُس کی دستگیری کرتا ہوا مصائب و آفات کے پنجہ سے نجات دلوائے۔

جبکہ دُنیاوی چند روزہ مصائب اور فنا ہونے والے جسم کی تکالیف سے بچانا انسانی فریضہ شمار کیا جاتا ہے۔ تو اُخروی دائمی مصائب اور ہمیشہ باقی رہنے والی رُوح کی تکالیف سے بچانا کیا اُس سے بدرجہا زائد ذمہ داری والا فریضہ شمار نہیں کیا جائے گا؟

اس لئے ہر انسان کا فرض ہے کہ وہ دوسرے انسانوں کی اُخروی زندگی اور رُوحانی امراض سے شفا یابی کی طرف پوری توجہ کرے۔

تمام افرادِ انسانی ایک ہی باپ اور ایک ہی ماں کی اولاد ہیں۔ اس لئے جس طرح اپنے حقیقی بھائی کے ہم پر حقوق ہیں اور ہمارا طبعی اور عقلی فریضہ ہے۔ کہ ہم اپنے بھائی کی ہر طرح ہمدردی اور مدد کریں اور اُس کو آخرت کے عذاب سے نجات دلائیں۔ اسی طرح تمام بنی نوع انسان کے ساتھ وہی سلوک کریں۔

اگر ہر ڈاکٹر، ہر حکیم اور ہر وید کا فرض ہے کہ کسی مبتلائے امراضِ جسمانی کو دیکھ کر اس کا علاج کرے۔ اسی طرح ہر حکیم روحانی کا فرض ہوگا کہ روحانی مریضوں کے علاج میں کوتاہی نہ کرے۔

اسی وجہ سے اسلام جو کہ حقیقی معنوں میں کامل اور مکمل مذہب ہے۔ اس اعلیٰ درجہ کی ہمدردی کا بہت زور شور سے مؤید ہے۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر جماعت کی ضرورت

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

(۱) وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (پ ۴ ع ۲)۔

ترجمہ:۔ چاہیئے کہ تم میں سے ایک ایسی جماعت (ہمیشہ کے لئے) ہو جائے جو کہ لوگوں کو بھلائی کی طرف بلاتی رہے اور عمدہ باتوں کا لوگوں کو حکم کرے۔ اور ناپسندیدہ باتوں سے منع کرے۔ اور یہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں:۔

(۲) كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۔ (پ ۴ ع ۳)۔

ترجمہ:۔ تم لوگ (امت محمدیہ) ان تمام امتوں میں بہتر ہو۔ جو کہ لوگوں میں پیدا کی گئی ہیں۔ کیوں کہ تم لوگوں کو بھلائی کا حکم کرتے ہو۔ اور برائی سے روکتے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔

اس قسم کے احکام قرآن شریف میں

متعدد مقامات پر ذکر فرمائے گئے ہیں۔ احادیث میں بھی اس پر نہایت پُر زور الفاظ میں روشنی ڈالی گئی ہے۔
فرماتے ہیں:۔

ارشاداتِ نبوی ؐ

(۱) لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ۔

ترجمہ:۔ تم میں سے کوئی مومن (کامل) نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ اپنے بھائی کے لئے ویسی چیز دوست نہ رکھے جیسی اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

کہیں علاماتِ ایمان بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ

"آدمیوں سے صرف اللہ تعالےٰ کی وجہ سے دوستی رکھے۔ یعنی کہ وہ خدا کی مخلوق ہیں اور اُس کے پیارے ہیں۔ اسی عام ہمدردی کی بناء پر فرمایا جاتا ہے:۔

(۲) خَیْرُ النَّاسِ مَنْ یَّنْفَعُ النَّاسَ

ترجمہ:۔ لوگوں میں سے سب سے بہتر وہ شخص ہے جو کہ سب لوگوں کو نفع پہنچائے۔

حسب ارشادِ سابق جبکہ خیریت کا مدار لوگوں کو نفع پہنچانے پر ہو۔ تو جس قدر نفع عظیم الشان ہو گا۔ خیریت بھی ویسی ہی عظیم الشان ہو گی۔ پس عذابِ آخرت سے نجات دلانا، رُوحانی ابدی زندگی حاصل کرانا، امراضِ رُوحانی کا دُور کر دینا وغیرہ وغیرہ چونکہ نہایت اعلےٰ درجے کے منافع ہیں۔ جن کے برابر کوئی شخص یا قومی یا مادی نفع نہیں ہو سکتا۔ اس لئے جو شخص ایسے منافع کا متکفل ہو گا۔ وہ سب ہی سے اعلےٰ اور افضل ہو گا۔

یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام تمام افرادِ انسانی میں اعلیٰ اور اکمل ہوتے ہیں۔ اُن کی نظر ہمیشہ عموم پر ہوتی ہے خصوص سے وہ بالاتر ہُوا کرتے ہیں۔ بلکہ بسا اوقات وہ اپنی ذات اور اعزّہ و اقارب کو بھی طرح طرح کی تکالیف میں عام خلائق کے نفع کے لئے مبتلا کر دیتے ہیں۔ اور پھر پرواہ تک نہیں کرتے۔ اُن کا نصب العین رُوحانی زندگی، روحانی شفاء، اخلاقی تہذیب، آخرت کی بھلائیاں، خداوند عالم کا قُرب اُس کی خوشنودی، قومی ترقیات وغیرہ وغیرہ اعلیٰ درجے کے اُمور ہوتے ہیں۔ البتہ انبیاء علیہم السّلام میں بھی عموم کے درجات متفاوت ہیں۔ کوئی نبی فقط اپنی قوم کا مُصلح اور طبیب ہوتا ہے۔ کوئی اپنے تمام ملک کا ہمدرد اور ریفارمر ہوتا ہے اور کوئی تمام عالمِ انسانی اور عام خلائق کا حکیم اور بہی خواہ بنایا جاتا ہے۔ ایسا پیغمبر تمام میں اعلےٰ اور سب کا خاتم ہو گا۔ وہ تمام پیغمبروں میں ایسا عہدہ رکھتا ہو گا۔ جیسا کہ تمام ملازمانِ شاہی میں صدرِ اعظم کا عہدہ ہوتا ہے۔

حاصل کلام

خلاصہ کلام یہ ہے کہ انسانی، طبعی عقلی، شرعی جملہ حیثیتوں سے ضروری ہے کہ عام خلائق کی بہبودی کا فکر کیا جائے اور پھر اس بہبودی اور ہمدردی کو سب سے زیادہ پیشِ نظر رکھا جائے۔ جو کہ نہایت گراں قدر ہو۔ اور جس قدر اِن دونوں اُمور میں اضافہ ہو گا۔ اُسی قدر خیریت بڑھے گی۔ اور اُسی قدر پروردگار عالم کے یہاں اُس کے لئے انعام واجر کا استحقاق ہو گا۔

اور یہ فریضہ مُسلمانوں ہی کا سب سے بڑا فریضہ ہے۔ کیونکہ جس طرح آخری گورنر اور وائسرائے کا حکم ماننا ضروری سمجھا جاتا ہے پہلے گورنروں اور قدیم وائسرائیوں کا حکم آخری گورنر یا وائسرائے کے زمانہ میں منسوخ ہو جاتا ہے۔ اور اس آخری گورنر اور آخری وائسرائے کے حکم سے سرتابی کرنے والا شہنشاہیت کا باغی سمجھا جاتا ہے۔ اگرچہ وہ گزشتہ گورنروں کی تابعداری کا دَم بھرتا ہو۔

اسی طرح نبیٔ آخر الزّماں ؐ کے آنے کے بعد پہلے پیغمبروں کے تمام احکام منسوخ ہوں گے۔ اُس کے حکم سے سرتابی کرنے والا خدا کا باغی اور مجرم قرار دیا جائیگا۔

لہذا مسلمان چونکہ اس پیغمبرؐ آخری کے تابعدار ہیں۔ اس لئے حقیقی اصلاح اور واقعی شفا فقط ان کے پاس ہے۔ اُن کا فریضہ تمام اقوام سے بہت زیادہ بڑھا ہُوا ہے۔ سو وہ تمام بنی نوعِ انسان کی اصلاح اور شفا میں اُسی طرح کوشش کریں جس طرح وہ ڈاکٹر یا حکیم کرتا ہے جو کہ یقینی طور پر جانتا ہے کہ اس زمانے میں موجودہ امراض میں صرف میری ہی دوا نفع دینے والی ہے۔ دوسرے ڈاکٹروں اور حکیموں کی دوائیں اِن امراض کے لئے شفا بخش نہیں ہیں۔ !

فیض احمد فیض

مردانِ صفاکیش

حریتِ آدم کی رہِ سخت کے رہ گیر
خاطر میں نہیں لاتے خیالِ دمِ تعذیر
کچھ ننگ نہیں رنجِ اسیری کہ پرانا
مردانِ صفاکیش سے ہے رشتۂ زنجیر
کب دبدبۂ جبر سے دبتے ہیں کہ جنکے
ایمان و یقیں دل میں کئے رہتے ہیں تنویر
معلوم ہے ان کو کہ رہا ہو گی کسی دن
ظالم کے گراں ہاتھ سے مظلوم کی تقدیر
آخر کو سرافراز ہُوا کرتے ہیں احرار
آخر کو گرا کرتی ہے ہر جور کی تعمیر
ہر دَور میں سر ہوتے ہیں قصرِ جم و دارا
ہر عہد میں دیوارِ ستم ہوتی ہے تسخیر
ہر دَور میں ملعون شقاوت ہے شمر کی
ہر دَور میں مسعود ہے قربانیٔ شبیرؓ

سالانہ جلسہ

پاکستان کی مشہور و معروف درسگاہ مدرسہ عربیہ خیر المدارس ملتان کا سالانہ جلسہ ۱۶ر ۱۷ر ۱۸ر شعبان المعظم ۱۳۸۰ھ مطابق ۳ر ۴ر ۵ر فروری ۱۹۶۱ء کو منعقد ہو رہا ہے۔ (مہتمم مدرسہ ہذا)

جملہ احباب

سے التماس ہے کہ وہ حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب مدظلہٗ اور حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری مدظلہٗ اور دیگر بزرگانِ دین کی صحت و عافیت کے لئے دُعا فرمائیں۔

تبصرہ

"دینی لُغات"

تبصرہ کیلئے ہر کتاب کی دو جلدوں کا آنا ضروری ہے!

قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب پروفیسر گورنمنٹ کالج ایبٹ آباد۔

علمی حلقوں میں جانی پہچانی شخصیت کے مالک ہیں۔ علوم دینیہ بالخصوص قرآن مقدس سے ان کا شغف محتاج تعارف نہیں۔ اس سلسلہ میں انہوں نے کئی ایک کتابیں تالیف کی ہیں۔

"دینی لُغات"

اُن کا تازہ علمی کارنامہ ہے جس میں انہوں نے قرآن وحدیث اور فقہ کے تقریباً تمام الفاظ کی ایک لغت مرتب کی ہے۔ اور بلاشبہ اردو زبان میں یہ اپنی نوعیت کا پہلا کامیاب تجربہ ہے۔ اس دور نامسعود میں جبکہ دینی علوم کی طرف لوگوں کی رغبت نہ ہونے کے برابر ہے۔ کسی خالص دینی اور مذہبی کتاب کو شائع کرنا بڑا دل گردے کا کام ہے۔ لیکن جن لوگوں کو اسلام سے عشق ومحبت کا تعلق ہے۔ وہ اپنے نفع و نقصان سے بے نیاز ہو کر اس کارِ خیر میں مصروف ہیں۔

جناب قاضی زاہد الحسینی صاحب بھی اسی گروہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور بلاشبہ اللہ تعالےٰ کے ہاں اُن کا اجر رائیگاں نہیں جائے گا۔

"دینی لغات" جو غالباً کئی جلدوں پر مشتمل ہو گی اس کا پہلا جزو پیشِ نظر ہے۔

کتابت و طباعت کے لحاظ سے اگرچہ اس میں کئی ایک خامیاں موجود ہیں۔ تاہم بحیثیت مجموعی نہایت مفید اور کارآمد کتاب ہے۔ قیمت پانچ روپے ہے۔ جو مناسب ہے اور حسب ذیل پتہ سے مِل سکتی ہے:۔ دارالاشاعت۔ شمس آباد۔ ضلع اٹک

دیندار حضرات کو چاہیئے کہ وہ اس سلسلہ میں مولانا محترم کی حوصلہ افزائی فرمائیں تاکہ اس کی بقیہ جلدیں بھی جلد منصۂ شہود پر آسکیں۔ اور اس طرح اردو زبان میں ایک قابل قدر علمی اضافہ ہو سکے۔

عبدالمنان شاہد

خدام الدین گھر گھر پہنچائیں اور ہر ایک کو پڑھائیں

ہمارے دینی مدارس

دارالعلوم حنفیہ عثمانیہ محلہ ورکشاپی راولپنڈی

یہ مدرسہ حضرت مولانا قاری محمد امین صاحب مدظلہٗ کے زیر اہتمام شاندار مذہبی اور تعلیمی خدمات سر انجام دے رہا ہے۔ بیرونی اور مقامی طلباء کی تعداد دو سو کے لگ بھگ ہے۔

چھ مدرسین تدریسی خدمات سر انجام دے رہے ہیں۔

یہ درسگاہ مدارس عربیہ کی مرکزی تنظیم وفاق المدارس العربیہ سے منسلک ہے۔

اہلِ خیر حضرات سے التماس ہے کہ وہ اس دینی ادارہ کو اپنے عطیات وصدقات میں فراموش نہ فرمائیں۔

مدرسہ کا سالانہ امتحان ۸ر۹ر فروری ۱۹۶۱ء کو منعقد ہو رہا ہے۔

وفاق المدارس کی طرف سے حضرت مولانا عبدالحق صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ۔ حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب پروفیسر گورنمنٹ کالج ایبٹ آباد اور قاری محمد عبداللہ صاحب ممتحن مقرر کئے گئے ہیں۔

وفاق المدارس العربیہ کا پہلا اور بے مثل امتحان!

۵ر شعبان ۱۳۸۰ھ سے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کا سالانہ امتحان ہو رہا ہے۔ مدارس عربیہ کی تاریخ میں یہ امتحان اپنی نوعیت کے اعتبار سے پہلا امتحان ہے۔ ملک کے چودہ مشہور و معروف فوقانی مدارس کے ۲۳۱ طلبۂ دورۂ حدیث یکجا اس امتحان میں شریک ہو رہے ہیں۔ حدیث شریف کی دس کتابوں میں یہ طلبہ امتحان دے رہے ہیں۔ اس امتحان کا نام امتحان الفراغ مِن العلوم الدینیۃ العربیۃ ہے۔ کراچی سے پشاور تک اس امتحان کے چودہ سنٹر ہیں اور ملک کے دس ممتاز علماء علم حدیث نے جو سالہا سال سے درس حدیث میں مشغول ہیں اس امتحان کے پرچے بنائے ہیں اور وہی جوابات کی کاپیاں دیکھیں گے اور ہر طالب علم کو اس کی قابلیت اور صلاحیت کے مطابق انتہائی دیانتداری سے نمبر دیں گے۔ اور اسی نسبت سے "وفاق" کامیاب طلبہ کو سند فراغ دیگا۔

"وفاق" کی انتہائی احتیاط کوشی اور دور اندیشی کا ثبوت یہ ہے کہ

(۱) اس نے کسی بھی ایسے عالم حدیث کو اس امتحان کا ممتحن مقرر نہیں کیا۔ جس کے شاگرد امتحان میں شریک ہو رہے ہیں۔

(۲) کسی بھی مدرسہ کے مہتمم یا مدرسین کو اس مدرسہ کے امتحان کا ناظم (سپرنٹنڈنٹ) مقرر نہیں کیا۔ بلکہ ہر مدرسہ کے لئے ناظم امتحان خود تجویز کر کے روانہ کئے ہیں۔ انعقاد امتحان کے جملہ انتظامات اور اوّل سے آخر تک نگرانی کے ذمہ دار یہی ناظمین ہیں۔

(۳) سوالات کے پرچے ناظمین امتحان کے پاس سربمہر کر کے بھیجے ہیں۔ وہ روزانہ عین وقت پر سب کے سامنے سوالات کے لفافہ کی سیل توڑتے اور پرچہ تقسیم کرتے ہیں۔ اور وقت ختم ہوتے ہی جوابات کی کاپیاں سب کے سامنے سیل کر کے اسی وقت رجسٹرار کے نام رجسٹری کر دیتے ہیں۔ بالفاظ دیگر ناظمین امتحان یا کسی بھی مدرسہ کے مہتمم یا مدرسین کو اپنے طلبہ کے امتحان میں مداخلت یا اثر اندازی کی گنجائش نہیں چھوڑی۔

(۴) رول نمبر کی تبدیلی کا طریقہ اختیار کر کے سفارشات کی بیخ کنی کر دی۔ اب اگر خدانخواستہ کوئی ممتحن بھی کسی خاص طالب علم کی کاپی تلاش کرنا چاہے تو نام اور رول نمبر معلوم ہونے کے باوجود نہیں تلاش کر سکتا۔

(۵) امتحان میں عربی اصطلاحات اور نمبروں میں انشاء عربی کے دس نمبر علیحدہ تجویز کر کے تحصیل زبان عربی اور عربی نویسی کے رجحانات کو مؤثر انداز میں تقویت دی۔

(۶) امتحان کا نظام اور طریق کار اول سے آخر تک باضابطہ اور ترقی یافتہ معیار کے مطابق ہے۔

مندرجہ بالا طریق کار اور تدابیر کے پیش نظر یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ نتائج بالکل صحیح منصفانہ اور قابلِ اعتماد ہونگے اور یہ امتحان ملحقہ مدارس کے نظام تعلیم اور کارکردگی کے معیار کو بلند کرنے کا نہایت مؤثر ذریعہ ثابت ہوگا اور انشاء اللہ امتحان میں شریک ہونیوالے مدارس اور طلبہ کے مستقبل کی ترقی کیلئے بیحد مفید ثابت ہوگا۔ (مولانا) محمود صاحب ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان (ملتان)

شاہد ابن طالب

غیبت

ایک اخلاقی جرم!

مسلمانوں میں جہاں اور سینکڑوں قسم کی اخلاقی قباحتیں پیدا ہو چکی ہیں۔ وہاں ان میں ایک اور برائی بھی عام ہے۔ اور وہ ہے **غیبت**۔ یعنی کسی کی پیٹھ پیچھے اس کے کسی عیب کا تذکرہ کرنا اور اس کی بے خبری میں اس کے متعلق اشارۃً کنایۃً یا لفظاً کوئی بات کہنا۔ کہ اگر وہ شخص سُن یا دیکھ پائے تو بُرا منائے اور اسے ناگوار خاطر گذرے۔

غیبت کا چلن مسلمانوں کے معاشرے میں اس قدر عام ہوچکا ہے۔ کہ بڑے بڑے تقدس مآب وجود بھی اس میں ملوث ہیں۔ اور پاکیزہ سے پاکیزہ مجلس بھی اس کے اثرات بد سے محفوظ نہیں رہی۔ حالانکہ غیبت کو شریعتِ اسلامیہ میں ایک گھناؤنا جرم قرار دیا گیا ہے۔ سورۂ حجرات کے دوسرے رکوع میں ہے۔

وَ لَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ○

ترجمہ:۔ تم میں سے کوئی شخص کسی دوسرے کی غیبت نہ کرے۔ اس لئے کہ غیبت ایسا ہی غلیظ جرم ہے۔ جیسے کوئی شخص اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت نوچ نوچ کر کھا رہا ہو۔ کیا تم اس کو پسند کرو گے؟ یقیناً تمہیں اس کا تصوّر تک بھی ناگوار ہو گا۔

سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَلْغِیْبَةُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا۔

ترجمہ:۔ غیبت زنا سے بھی زیادہ سنگین جرم ہے۔

تعجب ہے کہ جرم کی اس سنگینی کے باوجود بھی ہمارے معاشرے کا کوئی فرد اِلّا ما شاء اللہ اس سے محفوظ نہیں ہے۔

غیبت صرف مذہبی جرم نہیں ہے بلکہ اخلاقاً بھی ایک گری ہوئی حرکت ہے۔ جو انسانیت کے آداب کے بخطِ مستقیم مخالف ہے۔

اسلام جہاں انسان کو پاکیزگیٔ اخلاق کا درس دیتا ہے۔ وہاں ساتھ ہی وہ اسے اخلاقی جرأت کی تعلیم بھی دیتا ہے۔ اور اخلاقی جرأت کا تقاضہ یہ ہے کہ انسان کسی کے بارے میں جو رائے رکھتا ہو۔ اس سے بحث نہیں کہ وہ رائے اچھی ہے یا بُری۔ غلط ہے یا صحیح۔ وہ اس شخص کے سامنے اس کا اظہار کرے۔ اور نتائج سے بے پرواہ ہو کر جو بات دل میں ہو اسے بر ملا کہہ دے۔ پیٹھ پیچھے بات کرنا۔ اور کسی کی عدم موجودگی میں اس کے بارے میں بدگوئی سے کام لینا نہ اصول شرافت کی رُو سے جائز ہے۔ نہ آدابِ تہذیب کے نقطۂ نظر سے صحیح۔ آپ ایک شخص کو جواب دہی کے حق سے محروم کر کے اس کے خلاف جو کچھ کہہ رہے ہیں۔ وہ سراسر ظلم اور زیادتی متصوّر ہو گا۔ اور اس کے لئے خود آپ کو جواب دِہ ہونا پڑے گا۔

ایک چیز ہے غیبت اور ایک ہے بہتان۔ بہتان کا مطلب ہے کہ کوئی شخص کسی جرم سے بالکل پاک دامن ہے اور آپ اس پر خواہ مخواہ الزام تراش رہے ہیں۔ یہ بھی بہت بڑا جرم ہے۔ اور غیبت یہ ہے کہ کسی شخص میں واقعی کوئی عیب ہے۔ اور آپ اس عیب کو اچھال رہے ہیں۔ تاکہ دوسروں کی نگاہوں میں اس شخص کی وقعت کم ہو جائے۔ اور یہی چیز جرم ہے۔

اسلام کی تعلیمات تو ہمیں یہ سبق دیتی ہیں کہ اگر کسی شخص کا کوئی عیب تم پر روشن ہو جائے تو تم اسے نظر انداز کر دو۔

حضورِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ مَنْ كَتَمَ مُسْلِمًا كَتَمَهُ اللّٰهُ

ترجمہ:۔ جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کی پردہ پوشی فرماتا ہے۔

البتہ جس شخص کے طرزِ عمل سے خلقِ خدا کو تکلیف پہنچ رہی ہو۔ اور جس کے اعمال و حرکات سے بندگانِ خدا کو ضرر رسی کا خدشہ اور احتمال ہو۔ اس کی اس عادتِ قبیحہ کا ذکر محض اس لئے دوسروں کے سامنے کر دینا کہ لوگ اس کے شر سے محفوظ رہیں۔ ایک مستحسن امر ہے اور اسے غیبت کے زمرہ میں شمار نہیں کیا جاتا۔ کیوں کہ خلقِ خدا کی ایذا رسانی غیبت سے بھی بڑا جرم ہے ٭

اعظم الجہاد

بے لاگ بات بال برابر لگی نہ رکھ
فرما گئے ہیں حضرت خیر البشرؐ یہی
اظہارِ امرِ حق میں نہ ہو خوفِ دار و گیر
ہے اعظم الجہاد بحکم خبر یہی

(الحدیث)

خانۂ خُدا کی حضوری

مسجد کو بسایا بھی اُسی شخص نے جس کو
توحید میں اور روزِ جزا میں نہ رہا شک
حاصل ہے حضوری جسے اللہ کے گھر کی
اس مردِ مسلمان کے ایمان میں کیا شک

(الحدیث)

دین کی لِم!

پیمبرؐ سے سفیانؓ نے عرض کی
کہ سمجھائیے دین کی مجھ کو لِم
بھرا کوزہ میں دجلہ یوں آپؐ نے
قُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ

(الحدیث)

جناب محمد شفیع عمرالدین صاحب (سانگھڑ)

اتباعی احکام

(۵)

(۴۷) اتفاق سے رہو، باہم نااتفاقی مت کرو

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ○ (آل عمران)

ترجمہ:- اور سب مل کر اللہ کی رسی مضبوط پکڑو۔ اور پھوٹ نہ ڈالو۔

"اور مضبوط پکڑے رہو اللہ تعالیٰ کے سلسلہ کو (یعنی اللہ کے دین کو جس میں اصول اور فروع سب آ گئے) اس طور پر کہ باہم سب متفق بھی رہو۔ (جس کی اسی دین میں تعلیم بھی ہے) اور باہم نااتفاقی مت کرو۔ (جس کی اس دین میں ممانعت بھی ہے۔") (بیان القرآن)

"یعنی سب مل کر قرآن کو مضبوط تھامے رہو جو خدا کی مضبوط رسی ہے۔ یہ رسی ٹوٹ تو نہیں سکتی۔ ہاں چھوٹ سکتی ہے۔ اگر سب مل کر اس کو پوری قوت سے پکڑے رہوگے، کوئی شیطان شرانگیزی میں کامیاب نہ ہو سکے گا۔ اور انفرادی زندگی کی طرح مسلم قوم کی اجتماعی قوت بھی غیر متزلزل اور ناقابل انفلال ہو جائے گی۔

قرآن کریم سے تمسک کرنا ہی وہ چیز ہے جس سے بکھری ہوئی قوتیں جمع ہوتی ہیں۔ اور ایک مردہ قوم ایک حیات تازہ حاصل کرتی ہے۔ لیکن تمسک بالقرآن کا یہ مطلب نہیں کہ قرآن کو اپنی آراء کا تختۂ مشق بنا لیا جائے۔ بلکہ قرآن کریم کا مطلب وہی معتبر ہوگا جو احادیث صحیحہ اور سلف صالحین کی متفقہ تصریحات کے خلاف نہ ہو۔" (حضرت مولانا عثمانیؒ)۔

دین کے بارے میں جھگڑے پیدا کرکے تفرقہ پیدا کرنے والوں کو عذاب الٰہی سے ڈر کر اس فعل شنیع سے رک جانا چاہیے۔

وَالَّذِيْنَ يُحَاجُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ○ (آل عمران آیت ۱۶)۔

ترجمہ:- اور جو لوگ اللہ (کے دین) کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔ بعد اس کے وہ مان لیا گیا ان لوگوں کی حجت ان کے رب کے ہاں باطل ہے۔ اور ان پر غضب ہے۔ اور ان کے لئے سخت عذاب ہے۔

مسلمانوں کو دوسرے اقوام کی تقلید کرکے فرقہ بندیوں کی الجھن میں نہ پڑنے کی تاکید کی گئی ہے۔

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ (آل عمران آیت ۱۰۵-۶ ۱۱)

ترجمہ:- ان لوگوں کی طرح مت ہو جو متفرق ہو گئے بعد اس کے کہ ان کے پاس واضح احکام آئے۔ انہوں نے اختلاف کیا۔ ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔

(۴۸) سجدہ صرف اللہ تعالیٰ کو کرو۔ غیر اللہ کو نہ کرو

وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۭ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ○ (حٰم السجدہ آیت ۳۷)

ترجمہ:- اس کی نشانیوں میں سے رات اور دن اور سورج اور چاند ہیں۔ سورج کو سجدہ نہ کرو اور نہ چاند کو۔ اور اس اللہ کو سجدہ کرو۔ جس نے انہیں پیدا کیا ہے اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔

یعنی سجدہ صرف ایک خالق کو کیا جائے۔ مخلوق میں کسی کو سجدہ کرنا روا نہیں۔

حدیث:- لَوْ كُنْتُ اٰمِرًا اَحَدًا اَنْ يَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا۔ (ریاض الصالحین بحوالہ ترمذی)۔

ترجمہ:- اگر میں کسی کو کسی (غیر اللہ) کے لئے سجدہ کرنے کا حکم دیتا۔ تو عورت کو حکم دیتا۔ کہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔

(۴۹) خیرات پاک و عمدہ چیز کرو
حرام و نکمی چیز خیرات میں نہ دو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ○ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ○ (البقرہ آیت ۲۶۷-۳۷۶)۔

ترجمہ:- اے ایمان والو! اپنی کمائی میں سے ستھری چیزیں خرچ کرو۔ اور اس چیز میں سے بھی جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے پیدا کی ہے۔ اور اس میں سے ردی چیز کا ارادہ نہ کرو کہ اس کو خرچ کرو۔ حالانکہ تم اسے کبھی نہ لو۔ مگر یہ کہ چشم پوشی کر جاؤ۔ اور سمجھ لو کہ بے شک اللہ بے پرواہ تعریف کیا ہوا ہے۔

یعنی جائز کاروبار سے جو روزی حاصل کی ہو یا اپنی کھیتی کی جائز پیداوار میں سے حلال و پاک اور صاف ستھری چیز اللہ کی راہ میں دو۔ حرام، مشتبہ، نکمی اور گلی سڑی چیز کو اس کے راستے میں خرچ نہ کرو۔

حدیث:- حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جو بندہ حرام کمائے اور صدقہ کرے۔ اور وہ صدقہ اس سے قبول کر لیا جائے (ایسا نہیں ہوتا)۔ اور اس حرام مال میں سے وہ شخص جو کچھ اپنی ذات یا اہل و عیال پر خرچ کرے۔ اور اس میں برکت دی جائے۔ (ایسا نہیں ہوتا) یعنی حرام مال کا نہ صدقہ قبول ہوتا ہے نہ اس میں برکت دی جاتی ہے۔ اور جو شخص حرام مال کو مرنے کے بعد چھوڑ جائے۔ وہ اس کے لئے دوزخ کا توشہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے دور نہیں کرتا۔ (یعنی حرام مال سے گناہوں کو دور نہیں کرتا) بلکہ برائی کو بھلائی سے دور کرتا ہے۔ (یعنی پاک مال سے گناہ دور کرتا ہے۔ ناپاک مال سے ناپاکی کو دور نہیں کرتا۔ (مشکوٰۃ کتاب البیوع)۔

(۵۰) کسی ایسے امر کی تمنا نہ کرو جس میں اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر بزرگی دی ہے

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰي بَعْضٍ ۭ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ۭ وَلِلنِّسَاۗءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ۭ وَسْـَٔـلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ○ (النسآء آیت ۳۲ ع)

ترجمہ:- اور مت ہوس کرو اس فضیلت میں جو اللہ نے بعض کو بعض

پر دی ہے۔ مردوں کو اپنی کمائی سے حصہ ہے اور عورتوں کو اپنی کمائی سے حصہ ہے۔ اور اللہ سے اس کا فضل مانگو۔ بے شک اللہ کو ہر چیز کا علم ہے۔

"یعنی حق تعالیٰ جو کسی کو کسی امر میں شرافت و فضیلت اور اختصاص و امتیاز عنایت فرمائے تو اُس کی ہوس اور حرص مت کرو۔ کیونکہ یہ بھی گویا ایسا ہی ہے کہ کسی کے خاص مال اور جان میں بلا وجہ دست اندازی کی جائے جس کی حرمت ابھی گزر چکی۔ نیز اس سے باہم تحاسد و تباغض پیدا ہوتا ہے اور حکمت الٰہی کی مخالفت بھی لازم آتی ہے۔

بعض عورتوں نے آپؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ کیا سبب ہے کہ ہر جگہ حق تعالیٰ مردوں کو خطاب فرماتا ہے اور اُن کو حکم کرتا ہے۔ عورتوں کا ذکر نہیں کیا جاتا۔ اور میراث میں مرد کو دُہرا حصہ دیا جاتا ہے عورت سے۔ اس آیت میں اُن سب کا جواب ہو گیا۔

یعنی مردوں اور عورتوں کے لئے حصہ مقرر ہے جیسا کچھ وہ کام کرتے ہیں خلاصہ یہ ہؤا کہ ہر ایک کو اس کے عمل کا بدلہ پورا ملتا ہے۔ اس میں ہرگز کمی نہیں کی جاتی جو کسی کو شکایت کا موقع ملے۔ ہاں یہ بات دوسری ہے کہ اپنی حکمت و رحمت کے مطابق کسی کو خاص بڑائی اور فضیلت عنایت کرے۔ اس کی حرص اور شکایت کرنا بے جا ہوس ہے۔ البتہ اپنے عمل کے معاوضہ سے اور زیادہ ثواب و انعام مانگو تو بہتر اور مناسب ہے۔ اس میں کچھ خرابی نہیں۔ تو اب جو فضل کا طالب ہو اُس کو لازم ہے کہ عمل کے ذریعہ سے طلب کرے۔ بے عمل تمنا سے فضل کا طالب نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کو ہر ایک چیز کا پورا پورا علم ہے۔ ہر ایک کے درجے اور اس کے استحقاق کو خوب جانتا ہے۔

اور ہر ایک کے مناسب شان اس سے معاملہ کرتا ہے۔ ثواب جس کو فضیلت عطا کرتا ہے سراسر علم اور حکمت کے مطابق ہے۔ کوئی اپنی لاعلمی کی وجہ سے کیوں اس میں خلجان کرے۔" (حضرت مولانا عثمانیؒ)۔

لہٰذا نیک اعمال کا مرد خواہ عورت دونوں کو ثواب یکساں ملتا ہے اس لئے بقول حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی۔ "اب بیان یہ ہوگا کہ مقابلہ کرنے میں فطری قانون کو نہ توڑا جائے مرد اور عورت اپنے اپنے دائروں میں رہ کر ترقی کریں۔"

اگر مرد اور عورت اپنے فرائض خانہ داری وغیرہ کو بجا لائیں۔ مرد کمائے اور عورت بچوں کی پرورش کرے۔ اور حقوق اللہ وحقوق العباد تلف نہ ہونے دیں۔ تو یہ زندگی بڑے پُرسکون طریقہ سے گزر سکتی ہے۔

(۵۱) ہمیشہ اللہ کا ذکر کرو اور اہلِ غفلت میں سے نہ ہو جاؤ

وَاذْكُر رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيفَةً وَّدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ وَلَا تَكُن مِّنَ الْغَافِلِينَ ۝ (الاعراف آیت ۲۰۵-۶-۲۴)۔

ترجمہ:۔ اور اپنے رب کو اپنے دل میں عاجزی کرتا ہؤا اور ڈرتا ہؤا یاد کرتا رہ۔ اور صبح اور شام بلند آواز کی نسبت ہلکی آواز سے۔ اور غافلوں سے نہ ہو۔

حاصل کلام۔ جو ذکرِ الٰہی نہ کریگا۔ وہ غافلوں میں شمار ہوگا۔

قیامت کے دن جنتی اس گھڑی پر حسرت کریں گے جو گھڑی غفلت میں گزر گئی۔

حدیث:۔ لَيْسَ يَتَحَسَّرُ اَهْلُ الْجَنَّةِ اِلَّا عَلٰى سَاعَةٍ مَّرَّتْ بِهِمْ لَمْ يَذْكُرُوا اللّٰهَ تَعَالٰى فِيْهَا (حصن حصین)

ترجمہ:۔ جنتی کسی چیز پر حسرت نہیں کریں گے۔ مگر اُس گھڑی پر جو اُن پر بغیر ذکر الٰہی کے گزر گئی۔

(۵۲) جس بیوی کو طلاق دو اُسے بطور مہر دیئے ہوئے یا ویسے ہبہ کئے ہوئے مال میں سے کچھ واپس نہ لو۔

وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۝ (سورۃ النساء)۔

ترجمہ:۔ اور اگر تم ایک عورت کی جگہ دوسری عورت کو بدلنا چاہو۔ اور ایک کو بہت سا مال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو۔ کیا تم بہتان لگا کر اور صریح ظلم کر کے واپس لوگے۔

حاصل یہ نکلا کہ عورت کی ذات پر نافرمانی یا بدکاری کا بہتان لگا کر دیئے ہوئے مال پر خواہ وہ انبار کا انبار ہو، قبضہ مت کرو۔ جو عورت ایک بار تمہاری منکوحہ رہ چکی ہے تمہیں چاہیئے کہ طلاق دینے کے بعد بھی اس پر کوئی ظلم نہ کرو اور اس کی حق تلفی نہ ہونے دو۔

(۵۳) جہاد میں سستی نہ دکھلاؤ

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (سورۃ آل عمران آیت ۱۳۹ ع ۱۴)۔

ترجمہ:۔ اور سست نہ ہو۔ اور غم نہ کھاؤ اور تم ہی غالب رہو گے۔ اگر تم ایماندار ہو۔

حاشیہ حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ

"یہ آیات جنگ اُحد کے بارہ میں نازل ہوئیں۔ جب مسلمان مجاہدین زخموں سے چُور چُور ہو رہے تھے۔ اُن کے بڑے بڑے بہادروں کی لاشیں آنکھوں کے سامنے مُثلہ ہوئی پڑی تھیں۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اشقیاء نے مجروح کر دیا تھا۔ اور بظاہر کامل ہزیمت کے سامان نظر آ رہے تھے۔ اُس ہجوم شدائد و یاس میں خداوند قدوس کی آواز سُنائی دی وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (دیکھنا) سختیوں سے گھبرا کر دُشمنانِ خدا کے مقابلہ میں کم ہمتی اور سستی پاس نہ آنے پائے۔ پیش آمدہ حوادث و مصائب پر غمگین ہو کر بیٹھ رہنا مومن کا شیوہ نہیں۔ یاد رکھو آج بھی تم ہی معزز و سربلند ہو کر حق کی حمایت میں تکلیفیں اُٹھا رہے ہو۔ اور جانیں دے رہے ہو اور یقیناً آخری فتح بھی تمہاری ہے۔ اور انجام کار تم غالب رہو گے۔

بشرطیکہ

ایمان و ایقان کے راستہ پر مستقیم رہو اور حق تعالیٰ کے وعدوں پر کامل وثوق رکھتے ہوئے اطاعت رسولؐ اور جہاد فی سبیل اللہ سے قدم پیچھے نہ ہٹاؤ۔

اس خدائی آواز نے ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑ دیا اور پژمردہ دلوں میں حیات تازہ پھونک دی۔

نتیجہ یہ ہؤا کہ کفار جو بظاہر غالب

آچکے تھے۔ غم خوردہ مجاہدین کے جوابی حملہ کی تاب نہ لا سکے اور سر پر پاؤں رکھ کر میدان سے بھاگے۔

(۵۴) یتیم کو نہ دبایا کرو۔

فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝ (ضحیٰ آیت ۹)

ترجمہ:- پھر یتیم کو نہ دبایا کرو۔

(۵۵) سائل کو نہ جھڑکا کرو۔

وَ اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝ (ضحیٰ آیت ۱۰)

ترجمہ:- اور سائل کو نہ جھڑکا کرو۔

(۵۶) آپس میں جو عہد کرو انہیں توڑا نہ کرو۔

وَ اَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ وَ لَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَ قَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ۭ (النحل آیت ۹۱-۹۲ ع ۱۴)۔

ترجمہ:- اور اللہ کا عہد پورا کرو جب آپس میں عہد کرو اور قسموں کو پکّا کرنے کے بعد نہ توڑو۔ حالانکہ تم نے اللہ کو اپنے اوپر گواہ بنایا ہے۔ بے شک اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔ اور اس عورت جیسے نہ ہو جو اپنا سوت کات کر توڑ ڈالے۔

(۱) "اوپر کی آیت میں جن چیزوں کے کرنے یا چھوڑنے کا حکم تھا۔ وہ یہ ہیں:-

"ایفائے عہد کی تاکید اور غدر و بدعہدی سے ممانعت" کہ یہ چیز علاوہ فی نفسہٖ مہتم بالشان ہونے کے اس وقت مخاطبین کے بہت زیادہ مناسب حال تھی۔ جس کا مسلم قوم کے عروج و ترقّی اور مستقبل کی کامیابی پر بے انتہا اثر پڑنے والا تھا۔ اسی لئے حکم دیا کہ جب خدا کا نام لے کر اور قسمیں کھا کر معاہدے کرتے ہو تو خدا کے نام پاک کی حرمت قائم رکھو۔ کسی قوم سے یا کسی شخص سے معاہدہ ہو (بشرطیکہ خلافِ شرع نہ ہو) مسلمان کا فرض ہے اسے پورا کرے۔ خواہ اس میں کتنی ہی مشکلات اور صعوبتوں کا سامنا کرنا پڑے۔

"قول مرداں جاں دارد"۔ خصوصاً جب خدا کا نام لے کر اور حلف کر کے ایک معاہدہ کیا ہے تو سمجھنا چاہیئے کہ قسم کھانا گویا خدا کو اس معاملہ میں گواہ یا ضامن بنانا ہے۔ وہ جانتا ہے جب تم اسے گواہ بنا رہے ہو۔ اور یہ بھی جانتا ہے کہ کہاں تک اس گواہی کا لحاظ رکھتے ہو۔ اگر تم نے خیانت یا بدعہدی کی۔ وہ اپنے علم محیط کے موافق پوری سزا دیگا۔ کیونکہ تمہاری کسی قسم کی کھلی چھپی دغابازی اس سے مخفی نہیں رہ سکتی۔

(۲) یعنی عہد باندھ کر توڑ ڈالنا ایسی حماقت ہے جیسے کوئی عورت دن بھر سُوت کاتے۔ پھر کتا کتایا سوت شام کے وقت توڑ کر پارہ پارہ کر دے۔ چنانچہ مکہ میں ایک دیوانی عورت ایسا ہی کرتی تھی۔ مطلب یہ ہے کہ معاہدات کو محض کچے دھاگے کی طرح سمجھ لینا کہ جب چاہا کاتا اور جب چاہا انگلیوں کی ادنیٰ حرکت سے بے تکلّف توڑ ڈالا۔ سخت ناعاقبت اندیشی اور دیوانگی ہے۔ بات کا اعتبار نہ رہے تو دنیا کا نظام مختل ہو جائے۔

قول و قرار کی پابندی سے عدل کی ترازو سیدھی رہ سکتی ہے۔ جو قومیں قانونِ عدل و انصاف سے ہٹ کر محض اغراض و خواہشات کی پوجا کرنے لگتی ہیں۔ اُن کے یہاں معاہدات صرف توڑنے کیلئے رکھ جاتے ہیں۔ جہاں معاہد قوم کو اپنے سے کمزور دیکھا، سارے معاہدات ردّی کی ٹوکری میں پھینک دیئے۔"

(۵۷) نماز ضائع نہ کرو خواہشات کے بندے نہ بنو

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۝ (مریم آیت ۵۹)۔

ترجمہ:- پھر ان کی جگہ ایسے ناخلف آئے جنہوں نے نماز ضائع کی اور خواہشوں کے پیچھے پڑ گئے۔ پھر عنقریب گمراہی کی سزا پائیں گے۔

(۵۸) مساجد میں اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو

وَّ اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۝ (الجن آیت ۱۸)۔

ترجمہ:- اور بے شک مسجدیں اللہ کے لئے ہیں۔ پس تم اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو۔

"یوں تو خدا کی ساری زمین اس اُمت کے لئے مسجد بنا دی گئی ہے۔ خصوصیّت سے وہ مقام جو مسجدوں کے نام سے خاص عبادت الٰہی کے لئے بنائے جاتے ہیں۔ ان کو اور زیادہ امتیاز حاصل ہے۔ وہاں جا کر اللہ کے سوا کسی ہستی کو پکارنا ظلمِ عظیم اور شرک کی بدترین صورت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ خالص خدائے واحد کی طرف آؤ۔ اور اس کا شریک کر کے کسی کو کہیں بھی مت پکارو۔ خصوصاً مساجد میں جو اللہ کے نام پر تنہا اسی کی عبادت کے لئے بنائی گئی ہیں۔

بعض مفسرین نے "مساجد" سے مراد وہ اعضاء لئے ہیں جو سجدہ کے وقت رکھے جاتے ہیں۔ اس وقت مطلب یہ ہو گا۔ کہ یہ خدا کے دیئے ہوئے اس کے بنائے ہوئے اعضاء ہیں۔ جائز نہیں کہ ان کو اُس مالک و خالق کے سوا دوسرے کے سامنے جھکاؤ۔" مولانا عثمانیؒ

بقیہ: "اداریہ"

قابلِ توجّہ حکومتِ مغربی پاکستان

اس موقعہ پر ہم تمام اضلاع کے نیک دل افسران اور حکومتِ مغربی پاکستان سے عرض کریں گے۔ کہ اگر سارے پاکستان میں ایک مسلمان کی جان بھی آتش بازی سے ضائع ہو جائے تو اس کی تلافی نہیں ہو سکتی۔ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ آتش بازی اور اس کا سامان رکھنے سے سالانہ بیسیوں حوادث ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ جن میں قیمتی جانیں ضائع ہو جاتی ہیں۔

چند سال قبل پشاور کے بازار جہانگیر پورہ میں آتش بازی کی ایک دوکان کو آگ لگ گئی۔ بڑی تباہی ہوئی۔ چند دن پہلے لاہور اکبری منڈی کے حادثہ کی یاد ابھی تک تازہ ہے۔ ابھی کل کی خبر ہے کہ فورٹ عباس میں اس نابکار شغل کے ہاتھوں سات آدمی جل کر ہلاک ہو گئے۔

ضرورت ہے کہ اربابِ اقتدار آتشبازی کو قطعاً ممنوع قرار دیکر فرض شناسی کا ثبوت دیں اور عنداللہ ماجور ہوں ۔

بچوں کا صفحہ

خدا اور اس کی صفات

حضرت مولانا محمد میاں صاحب

ماجد نے ساجد سے سوال کیا "کیا کسی نے خدا کو دیکھا ہے؟"

ساجد۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

ماجد۔ کیوں؟

ساجد۔ وجہ بالکل ظاہر ہے۔ دیکھو تم اسی چیز کو دیکھ سکتے ہو جس میں کچھ جسمانیت ہو۔ یعنی کچھ لمبائی چوڑائی کچھ موٹائی اور گاڑھا پن ہو۔ تمہارے اندر خود تمہاری جان موجود ہے۔ مگر تم اس کو نہیں دیکھ سکتے۔ ہوا تم کو لگتی ہے۔ مگر نظر نہیں آتی کیونکہ اس میں کثافت اور گاڑھا پن نہیں۔ اللہ تعالیٰ جسمانیت سے بھی پاک ہے اور کثافت سے بھی مبرا ہے۔ وہ لطیف ہے۔ لہٰذا نہ نظر آتا ہے۔ نہ ہاتھ اس کو چھو سکتے ہیں۔ اور نہ وہ ہوا کی طرح آپ کے بدن سے لگ سکتا ہے۔

ایک اور بات سمجھ لو۔ دیکھو آفتاب تمہارے سامنے ہوتا ہے مگر تم اس پر نظر نہیں جما سکتے۔ تمہاری نظر جیسے ہی آفتاب کی طرف اٹھتی ہے، چکا چوند ہو جاتی ہے۔ اب اگر آفتاب کی روشنی دو تین گنا ہو جائے تو پھر آفتاب تو آفتاب تم دھوپ پر بھی نظر نہ ڈال سکو گے۔ چمگادڑوں کی طرح دھوپ سے چھپتے پھروگے۔ اور اگر آفتاب کا نور سو گنا ہو جائے، تو پھر سوچو کیا حال ہو۔ زندگی محال ہو جائے۔

اب سمجھو آفتاب کی ذات۔ اس کا نور، اس کی لطافت، یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہیچ ہے۔ نہ اللہ کی ذات کا کوئی کنارہ ہے نہ اس کے نور کی کوئی انتہا ہے اور نہ اس کی لطافت کی کوئی حد ہے۔ پس تمہیں بتاؤ تمہاری یہ کمزور آنکھیں اس کو کیسے دیکھ سکتی ہیں؟

اب یہ بھی سمجھ جاؤ کہ اگر خدا نظر نہیں آتا تو اس کا قصور نہیں ہے۔ بلکہ تمہاری آنکھوں کی کمزوری ہے۔ اور یہ جو تم سنا کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہزاروں پردوں میں ہے تو دیکھو اللہ تعالیٰ پر کوئی پردہ پڑا ہوا نہیں ہے۔ یہ پردہ ہماری کمزوری اور ہماری آنکھوں کی نااہلیت ہے۔ اب اگر ہماری کمزوری کے پردے اٹھ جائیں تو بے شک اس کی ذات پاک نظر آ سکتی ہے۔

ماجد (ساجد سے) بات تو آپ نے خوب سمجھا دی اور میری سمجھ میں بھی آ گئی۔ بیشک ان آنکھوں سے ہم خدا کو نہیں دیکھ سکتے۔ لیکن یہ تو بتایئے کہ جب خدا کو کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ اس کی بول چال اور اس کی آواز نہیں سن سکتا تو یہ کیسے معلوم ہو کہ اس کی کیا کیا صفتیں ہیں۔ اس کے حکم کیا کیا ہیں۔ وہ بندوں سے کیا چاہتا ہے۔ کن باتوں سے خوش ہوتا ہے اور کن باتوں سے ناخوش ہوتا ہے۔ یہ کیسے معلوم ہو۔

ساجد۔ دیکھو بھئی۔ کچھ باتیں تو ایسی ہیں۔ جن کو انسان اپنی عقل سے بھی سمجھ سکتا ہے۔ مثلاً یہ کہ جب اس تمام مخلوق پر نظر ڈالتے ہیں تو عقل اور سمجھ کا فیصلہ یہ ہوتا ہے کہ اس کا کوئی پیدا کرنے والا ہے اور وہ بہت بڑا دانا ہے۔ اس کا علم بے پناہ ہے۔ کیونکہ جب ہم باغیچہ کو دیکھ کر یقین کر لیتے ہیں کہ اس کا کوئی لگانے والا ہے۔ محل کو دیکھ کر سمجھ جاتے ہیں کہ کوئی اس کا تعمیر کرنے والا ہے۔ تو یہ زمین، آسمان، چاند، سورج بے شمار تاروں کے قمقمے، گاؤں اور پہاڑوں کے عجیب وغریب نظارے یقیناً گواہی دیتے ہیں کہ کوئی خالق اور پیدا کرنے والا ہے جو بہت دانا، بہت بینا، بہت بڑی قدرت والا ہے۔ نہ اس کے علم کی کوئی انتہا ہے نہ اس کی قدرت کی کوئی حد ہے۔

اور بہت سی باتیں، جن کا فیصلہ ہماری عقل نہیں کر سکتی۔ مثلاً یہ کہ مرنے کے بعد کیا ہوگا۔ کن باتوں سے آرام اور سکون ملے گا اور کن سے تکلیف پہنچے گی وغیرہ۔ ایسی باتوں کو بتانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے نبی اور رسول بھیجے جو آتشی شیشہ کی طرح ایک طرف سے حاصل کر کے اپنے اندر جذب کرتے ہیں اور دوسری طرف وہ بندوں کو فیض پہنچاتے ہیں۔ ٭

ماں باپ کا ادب

ایک دن نبیؐ نے حلقۂ احباب میں یہ لفظ
دہرائے تین بار کہ ناک اس کی کٹ گئی
اصحاب نے کہا کہ وہ کمبخت کون ہے؟
توقیر جس کی حضرت باری میں گھٹ گئی
ارشاد یوں ہوا کہ وہ فرزند ناخلف
گھر جس کے جنت آئی اور آکر پلٹ گئی
ماں باپ کا جسے نہ بڑھاپے میں ہو خیال
اس ناسعید بیٹے کی قسمت الٹ گئی

(الحدیث) مولانا ظفر علیخاں

خدام الدین لاہور

۳ فروری ۱۹۶۱ء

ایڈیٹر
عبید اللہ انور

شرح چندہ
سالانہ گیارہ روپے ششماہی چھ روپے
سہ ماہی تین روپے

منظور شدہ
محکمہ جیل مغربی پاکستان

رجسٹرڈ ایل
نمبر ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.O. ۳۰ ۲۷ /۲۴۸ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

فیروز سنز لمیٹڈ پریس لاہور میں باہتمام مولوی عبید اللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور سے شائع ہوا